ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز

دسمبر ۱۹۹۵ء

ماہنامہ خالد ربوہ

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب

بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا تقرر

۷۶ — ۱۳۷۴ ہش
۹۷ — ۱۹۹۵ء

مؤرخہ ۹ نومبر ۱۹۹۵ء کو مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ پاکستان کے اجلاس میں انتخاب صدر برائے سال ۹۷-۱۹۹۵ء کی کارروائی عمل میں آئی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں انتخاب صدر کی رپورٹ پیش ہوئی تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت شوریٰ کی اکثریت رائے کو منظور فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے محترم راجہ منیر احمد خان صاحب کو مزید دو سال کے لئے بطور صدر مجلس مقرر فرماتے ہوئے تحریر فرمایا۔ "منظور ہے اللہ مبارک فرمائے"۔

ممبران اشاعت کمیٹی مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ہمراہ۔

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے :۔ دائیں سے بائیں۔ مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز مدیر ماہنامہ خالد۔ مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب مہتمم اشاعت۔ محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان۔ مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر۔ مکرم نصیر احمد صاحب انجم مدیر اعلیٰ تشحیذ الاذہان۔
کھڑے ہوئے :۔ دائیں سے بائیں۔ مکرم مبارک احمد صاحب خالد مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان۔ مکرم قمر احمد صاحب کوثر مدیر تشحیذ الاذہان۔ مکرم سلطان احمد صاحب مبشر سیکرٹری اشاعت کمیٹی۔ مکرم سفیر احمد صاحب قریشی ممبر اشاعت کمیٹی۔

(تصویر ۱۱/۹۵)

اظہارِ خوشنودی

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب نمبر ماہنامہ "خالد" ستمبر/اکتوبر ۱۹۹۵ء کے بارہ میں پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوبِ گرامی :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خلیفۃ المسیح الرابع

امام جماعت احمدیہ

لندن

16.10.95

پیارے عزیزم راجد منیر احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم ملک سیف الرحمٰن پر مرحوم پر خالد نمبر موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ بہت اچھا ایمان افروز دیدہ زیب رسالہ نکالا ہے۔ مدیر اور اس کے ساتھیوں کو میری طرف سے خوشنودی اور دعائیہ پیغام پہنچا دیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور اپنے فضلوں کا وارث۔

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد 43 شمارہ 2

فہرست مضامین

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

فتح 1374 ہش

دسمبر 1995ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت۔/5 روپے ★ سالانہ۔/50 روپے

مینجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اب دیکھیں خدام الاحمدیہ کا سال ۳۱۔اکتوبر کو ختم بھی ہو گیا اور یکم نومبر سے نیا سال شروع ہو گیا۔ اب اس نئے سال کے آغاز پر ہمیں ایک نئے عزم اور ایک نئے حوصلے کے ساتھ از سر نو اپنے کاموں کا، اپنی کارگزاری کا جائزہ لینا ہو گا۔ اپنے سارے شعبوں کو دیکھنا ہو گا کہ کس کس شعبہ میں کیا کیا کمی رہ گئی ہے اور اس کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے۔ خدمت خلق کے شعبہ میں دکھی مخلوق اور انسانیت کی کیا خدمت کی ہے۔ وقارِ عمل کے تحت کیا کام ہوا اور وقار عمل کی جو روح ہے اس کو خدام میں کہاں تک زندہ رکھا۔ شعبہ مال کے تحت خدام میں مالی قربانیوں کے جذبے کو کہاں تک قائم رکھا اور پھر ان تمام شعبوں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ان تمام شعبوں کے روح رواں اور مرکزی اہمیت کے حامل دو شعبے اور ہیں اور وہ ہیں "دعوت الی اللہ" اور "تربیت"۔

شعبوں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اور اپنی ساری استعدادوں کو وقف کر دیں ان دو شعبوں کیلئے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ پس یہ محاورہ، صرف محاورہ نہ رہے بلکہ اپنی کوششوں سے اس محاورے کو سچ ثابت کر دکھائیں اور تربیت کے نظام کو فعال بنائیں۔ خدام و اطفال کی نمازوں، ان کی اخلاقی حالت اور دیگر دینی اقدار ان کے اندر پیدا کریں اور دعوت الی اللہ کے تحت اپنے دل میں ایک آگ لگا دیں۔ اس دکھی اور معصوم و

مظلوم انسانیت کو دکھوں کے جنگل سے بچائیں۔ درندوں سے بچا کر اس "عافیت کے حصار" میں داخل کریں۔ اور اس بھولی بھٹکی روحوں کو دین حق کی طرف بلانے میں وہ جوت اپنے سینے میں جگائیں کہ جو کبھی بجھنے نہ پائے۔ اپنے آقا و مولی، حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اقتداء میں ان کے اُسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ جیسا غم اپنے دل میں پیدا کریں کہ جو انسانیت کے لئے اپنے آپ کو ہلکان کئے جا رہا تھا۔ اپنی ساری کاوشیں اور ساری جدوجہد اس مقصد کیلئے صرف کر دیں۔

یہ اتنے سارے کام ہیں جو آپ کو کرنے ہیں۔ بڑے بڑے کام ہیں۔ لیکن خوش نصیبی ہے کہ یہ سعادت آپ کے ذمہ ہے اور آپ کو یہ توفیق و سعادت مل رہی ہے کہ آپ یہ کام کریں گے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

پس اپنے آپ کو ان کاموں کے اہل ثابت کریں۔ اپنے پیارے امام کی طرف دیکھیں۔ اس کے خطبات سنیں۔ اس کی نصائح کو سنیں اور پھر اپنی کوششوں کا جائزہ لیں۔ اپنی کاوشوں کا رخ اس کی اقتداء میں موڑیں اور اس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ اس کے قدم بقدم۔ شانہ بشانہ چلیں۔ خدا کا یہ بندہ اس کا پیارا۔ توحید کا علم لئے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اٹھو اور اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان، مال اور وقت کو اس راہ میں نچھاور کرتے ہوئے اس کا ساتھ دو کہ یہ وقت پھر نہیں آئے گا۔ اور یہ سعادت پھر نصیب نہیں ہو گی۔

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے
پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہ دور لیکن
وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
تم کو بلا رہا ہے۔ خدام احمدیت

☆

استغفار کی برکات

انسانی زندگی میں اتار چڑھاؤ، خوشی غمی، تکلیف و آسائش کے دور آتے رہتے ہیں اور ہر موقعہ کی مناسبت سے انسان اپنے اس وقت کو گزارتا ہے۔ لیکن بعض لوگ کسی خوشی کے موقعہ پر اپنی خوشی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ وہ شریعت کی تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ دکھ اور تکلیف کے وقت اپنے غم کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ جسے خدا اور اس کے رسول نے پسند نہیں فرمایا۔

بعض انسان کسی غم کے پہنچنے سے اس قدر مایوس ہو جاتے ہیں کہ وہ خدا کی اس آواز یعنی خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو کو سننے کے باوجود اس کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں اور دعا کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں انسان میں بہت سی بشری کمزوریاں ہیں اور اس سے خطائیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ ان خطاؤں سے قبل از وقت کس طرح انسان بچ سکتا ہے اور کسی خطا کے سرزد ہو جانے پر اس کے بدنتائج کے ظہور سے کس طرح بچ سکتا ہے اس کے لئے صرف دعا ہی ایسا واحد ذریعہ ہے جو اسے یہ تحفظ دے سکتی ہے اور اس کے لئے خاص طور پر استغفار کرنا ایسی دعا ہے جو سب سے زیادہ سود مند ہے کیونکہ استغفار کا لفظ غفر سے نکلا ہے اور اس کے معنی ڈھانکنے حفاظت کرنے کے ہیں اور استغفار کے معنی ہیں حفاظت کے لئے دعا یا طلب حفاظت۔ گویا استغفار کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اس کو اپنی حفاظت میں لے لے اور اس کی بشریت کی کمزوریاں ظاہر نہ ہوں یا یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں اس طور پر آجائے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

استغفار کے بے شمار فوائد ہیں اور یہ دعا بے شمار برکات اور رحمتوں کی نزول کا موجب ہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی مجلس میں جلوہ افروز تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے استدعا کی کہ میرے گناہ بخشے جائیں۔ اور آئندہ خدا تعالیٰ مجھے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ ان بزرگ نے اسے کہا کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرو۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ حضور ہمارے علاقے میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط آن پڑا ہے۔ کھیت ویران ہو گئے ہیں۔ جانور بھوکے مر رہے ہیں اور

وبائیں پھوٹ پڑی ہیں آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس مصیبت کو ٹال دے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دعا تو ہم کریں گے لیکن تم اپنی قوم سے جا کر کہو کہ وہ سب کثرت سے استغفار کریں۔

پھر تیسرا سائل آیا اور اس نے اپنا مدعا یہ بیان کیا کہ حضور میں نہایت تنگ دست ہوں مالی مشکلات نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے کوئی راستہ نظر نہیں آتا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات کا حل پیدا کرے۔ اس پر بزرگ نے جواباً کہا کہ دعا تو ہم کریں گے لیکن آپ کثرت سے استغفار کریں۔

اور پھر چوتھا حاجت مند آیا اور اس نے اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے پیارے میری شادی کو بہت عرصہ گزر چکا ہے لیکن ہر قسم کے دنیوی حیلوں کے باوجود اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ اسے بھی انہوں نے یہی کہا کہ تم کثرت سے استغفار کرو اللہ تمہاری حاجت پوری فرمائے گا

جب یہ سائل چلے گئے تو کسی مرید نے عرض کی کہ حضور چار مریض آپ کے پاس آئے اور ہر ایک نے اپنا الگ الگ مرض بتایا لیکن آپ نے ان سب کو ایک ہی نسخہ بتایا اس میں کیا حکمت ہے۔ اس پر ان بزرگ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت کیں۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝

(سورۃ نوح آیت: ۱۰ تا ۱۳)

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے اپنی قوم کے لئے کی جانے والی دعا کا ذکر ہے۔ جسے قرآن نے محفوظ کیا۔

(ترجمہ:) اور میں نے ان سے کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (اگر تم توبہ کرو گے تو) وہ برسنے والے بادل تمہاری طرف بھیجے گا اور مالوں اور اولاد سے تمہاری امداد کرے گا اور تمہارے لئے دریا چلائے گا۔

چنانچہ اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ استغفار کے نتیجے میں چار بڑے فوائد ہیں جو انسان کو ملتے ہیں۔

۱۔ بخشش ۲۔ رحمت کی بارش۔ ۳۔ مال۔ ۴۔ اولاد نرینہ

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بکثرت استغفار کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کے استغفار کے ہرگز وہ معنی نہیں جو ایک عام انسان کے لئے ہیں بلکہ آپ کے استغفار کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور ﷺ کا اپنی امت کے لئے دعا کرنا کہ ان میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہو اور وہ صحیح راستہ پر قائم رہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ گواہ ہے میں دن میں ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

(بخاری کتاب الدعوات)

حضرت مسیح موعود اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ دو چیزیں اس امت کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ایک قوت کو حاصل کرنے کے واسطے۔ دوسری حاصل کردہ قوت کو عملی طور پر دکھانے کے لئے۔ قوت حاصل

کرنے کے واسطے استغفار ہے جس کو دوسرے لفظوں میں استمداد اور استقامت بھی کہتے ہیں۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مگدروں اور موگریوں کے اٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے اس طرح پر روحانی مگدر استغفار ہے۔ اس کے ساتھ روح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ استغفار کرے غفر ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں استغفار سے انسان ان جذبات اور خیالات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں۔ پس استغفار کے یہی معنی ہیں کہ زہریلے مواد جو حملہ کر کے انسان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ان پر غالب آوے اور خدا تعالیٰ کے احکام اور بجا آوری کی راہ کی روکوں سے بچ کر انہیں عملی رنگ میں دکھائے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ ۶۷-۶۸)

استغفار کرنے کا ایک بڑا فائدہ قبل از وقت رد بلا ہے۔ جو لوگ کثرت سے استغفار کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب الٰہی سے محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ فرمایا ما کان اللّٰہ معذبہم وھم یستغفرون یعنی اللہ کی شان نہیں کہ اس حالت میں ان پر عذاب نازل کرے جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ چنانچہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا سب سے بہترین نسخہ استغفار اور صدقات ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک استغفار کے نتیجہ میں انسان روحانی عوارض سے تو محفوظ ہوتا ہی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں جسمانی عوارض سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "اطباء بڑے بڑے پرہیزوں اور حفظ ماتقدم کے لئے احتیاط بتاتے ہیں اگرچہ سلسلہ اسباب کا اور ان کی رعایت درست ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ محدود العلم ضعیف انسان کہاں تک بچار بچار کر غذا اور پانی کا استعمال کیا کرے۔ میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ میں تو اپنے دوستوں کو کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے صلح و موافقت پیدا کرو اور دعاؤں میں مصروف رہو"۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد اول ۳۰۴-۳۰۵)

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود سے اپنے قرض کے واسطے دعا کی درخواست کی اس پر آپ نے فرمایا۔

"استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔ نیز استغفار کلید ترقیات ہے"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ ۲۰۶)

اسی طرح ایک شخص نے حضرت مسیح موعود سے عرض کی کہ میں کیا وظیفہ پڑھوں اس پر آپ نے فرمایا۔

"استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں۔ یا تو وہ گناہ نہ کرے یا اللہ تعالیٰ اس گناہ کے بد انجام سے بچالے۔ سو استغفار پڑھنے کے وقت دونوں معنوں کا لحاظ رکھنا چاہئے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں کی پردہ پوشی چاہئے اور دوسرا یہ کہ خدا سے توفیق چاہے کہ آئندہ گناہوں سے بچائے مگر استغفار صرف زبان سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ دل چاہئے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد ۲ صفحہ ۳۲۰)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دل سے استغفار کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس کے حقیقی معنوں کو سمجھتے ہوئے اس پر کاربند ہوں اور خدا کی بخشش کی چادر تلے آجائیں۔ آمین

مری تو کوئی بھی محفل مری محفل نہیں ہوتی
کہ جب تک اس میں تیری گفتگو شامل نہیں ہوتی

مسلسل ہجر کی سولی پہ چڑھ کر مسکراتی ہے
مری تو کوئی بھی خواہش کبھی باطل نہیں ہوتی

کرے جو ختم صدیوں کی جدائی کے سبھی بندھن
وہ اک ساعت کہ برسوں سے مجھے حاصل نہیں ہوتی

گڑی ہیں ہونٹ میں میرے سیاہ قانون کی میخیں
مگر حق بات کہنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی

نہ خوشیاں راس آتی ہیں نہ غم سہنے کے قابل ہوں
کسی جانب طبیعت اب مری مائل نہیں ہوتی

مجھے تو سکھ ملے ہیں سب تمہاری ذات پانے سے
یہ دنیا ہے کہ میری بات کی قائل نہیں ہوتی

میں جب تیرے تصور کے سمندر کود پڑتا ہوں
کوئی آواز بھی پیچھے لب ساحل نہیں ہوتی

(نجیب احمد نعیم۔ منڈی بہاؤالدین)

روشن ستارے

امین الامت۔ صحابی رسولؐ

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح

مکرم محمود احمد شاد صاحب۔ میرپور آزاد کشمیر

(ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے) اور اس امت کا امین ابو عبیدہؓ بن الجراح ہے۔ (فرمان نبوی صلعم)

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب قصہ اھل نجران۔ صفحہ ۶۲۹)

کیسا ہی عظیم مرتبہ اور خوش نصیب وہ شخص ہے جس کو امت محمدیہ کا امین قرار دیا گیا۔ آیئے اس عظیم شخصیت کے حالات زندگی چند واقعات کی صورت میں پڑھیں۔

آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فہر پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ بہت ابتداء میں ایمان لائے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد دو مرتبہ حبشہ ہجرت کی پھر آخری دفعہ مدینہ ہجرت کی۔ یہاں رسول اللہ صلعم نے حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اخوت کا تعلق قائم کروادیا۔

آپ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی طرف سے حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں ابو عبیدہؓ کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایمان کو اپنے دل وجان کی کتنی گہرائی سے قبول کیا تھا

ہوا یوں کہ غزوہ بدر میں ابو عبیدہؓ بے خوف و خطر دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ کے اس جرات مندانہ اقدام سے دشمنوں میں بھگڈر مچ گئی۔ کوئی بھی قریش کا سورما آپ کے سامنے نہیں آتا تھا۔ گویا آپ موت کی طرح میدان جنگ کا چکر لگا رہے تھے۔ جو کوئی آپ کے سامنے آتا پرے ہٹ جاتا۔ ایک شخص بار بار آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کرتا لیکن آپ ہر بار کنی کترا جاتے۔ وہ شخص مقابلہ کے لئے بار بار آرہا تھا حتیٰ کہ اس نے تمام طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ اب آپ کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ آپ نے اس کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر دو ٹکڑوں میں بٹ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ کچھ جانتے ہیں وہ کون تھا۔ آپ سنیں تو حیران ہو کر انگشت بدنداں ہو جائیں گے۔ وہ شخص آپ کا والد عبداللہ بن الجراح تھا۔ درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی وارفتگی کی مثال ہے۔ جس میں دین حق کے مخالف مشرک ماں باپ اور بہن بھائی غرض تمام رشتہ دار اجنبی بلکہ دشمن نظر آتے ہیں۔

جنگ احد میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کے لئے تمام مسلمان ابو عبیدہؓ پر بجا فخر کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ اس دردناک واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

غزوہ احد میں رسول اقدسؐ زخمی ہوگئے۔ خود آپؐ کے سر مبارک میں پیوست ہوگیا۔ اس کی دو کڑیاں آپؐ کی پیشانی مبارک میں دھنس گئیں۔ جس سے چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا۔ میں آپ کی طرف دوڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مشرق کی جانب سے ایک ساتھی تیزی سے آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے دعا کی اللہ اسے مطیع کردے۔ وہ مجھ سے پہلے آپؐ تک پہنچ چکا تھا۔ میں قریب آیا تو دیکھا کہ یہ جانثار ابو عبیدہؓ بن الجراح ہیں۔ اس نے کہا ابو بکرؓ! مجھے اجازت دیجئے کہ خود کی کڑیاں نکالنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ پھر بڑی ہی احتیاط اور مضبوطی سے اپنے اگلے دانت کڑیوں میں پیوست کردیئے۔ زور لگایا کڑی تو نکل گئی لیکن ساتھ ہی ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر پروا کئے بغیر دوسری مرتبہ کڑی نکالنے کے لئے دانت پیوست کرکے زور لگایا۔ دوسری کڑی نکلنے کے ساتھ ہی دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ دو دانت شہید ہوگئے لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، محبوب رب العالمین، سید المرسلین کے لئے راحت کا باعث بنے۔

یہ دانت ٹوٹنے سے آپ کے چہرے کا حسن و جمال، جاہ و جلال میں اور نکھار پیدا ہوگیا۔ چونکہ یہ دانت خدمت رسولؐ میں ٹوٹے تھے اس لئے صحابہ کرامؓ انہیں رشک بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔

غزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ کی سرکوبی میں بھی برسر پیکار تھے۔ ۶ھ میں جب قبیلہ ثعلبہ اور انمار نے قحط کے حالات سے تنگ ہوکر مدینہ کے اردگرد غارت گری شروع کی تو حضورؐ نے آپ کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ چنانچہ ربیع الثانی کے مہینے میں چالیس آدمیوں کے ساتھ ڈاکوؤں کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مار کر ان کو پہاڑوں پر منتشر کر دیا اور ایک شخص کو گرفتار کرکے لائے جو مدینہ منورہ پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

اسی سال یعنی ۶ھ میں بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور صلح حدیبیہ کے مشہور عہد نامے پر آپ کے دستخط بھی تھے۔

۷ھ میں خیبر کی فتح میں دوسرے مسلمانوں کی طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

رجب ۸ھ میں ایک مہم حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی زیر قیادت ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کی گئی تاکہ قریشی قافلوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلائیں اور سامان رسد میں صرف کھجوریں ساتھ کردی گئیں۔ یہاں تک کہ زاد راہ ختم ہونے لگا تو چند دنوں تک صرف ایک ایک کھجور پر قناعت کرنا پڑی۔ لیکن خدا نے جلد یہ مصیبت دور کردی اور سمندر کے کنارے ایک عظیم الشان مچھلی مل گئی اور مجاہدین نے ایک عرصہ تک اس پر گزر اوقات کی اور کامیابی کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔

اسی سال ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ پھر حنین اور طائف کے غزوات میں جانبازی سے حصہ لیا۔

۹ھ میں اہل نجران نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر ایک معلم دین کی درخواست کی جو مذہبی تعلیم و تلقین کے سوا ان

کے جھگڑوں کا بھی فیصلہ کرے۔ وفد کا یہ مطالبہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا لا بعثن معکم رجلا امینا۔ حق امین، حق امین، حق امین تمام صحابہؓ کے دل میں خواہش ہوئی کہ انہیں یہ عہدہ ملے لیکن یہ سعادت صرف اور صرف ابو عبیدہؓ بن الجراح کو حاصل ہوئی۔

رسالت مآب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تعریفی کلمات حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے لئے سرمایہ حیات بن گئے۔

جنگ دمشق، جنگ فحل، جنگ حمص اور جنگ یرموک آپ کی سپہ سالاری میں لڑی گئیں۔ بیت المقدس بھی آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس سپہ سالاری کے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود تلوار، تیر کمان اور گھوڑے کی زین کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور تمام گھر دنیاوی ساز و سامان سے خالی تھا۔

۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا تو آپ نے فوراً چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھیجے۔

اسی سال یعنی ۱۸ھ میں تمام ممالک مفتوحہ میں نہایت شدت کے ساتھ طاعون کی وبا پھیلی خصوصاً شام میں اس نے بہت نقصان پہنچایا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خود تدبیر و انتظام کے لئے دارالخلافہ چھوڑ کر مقام سرغ پہنچے۔ بیماری کی شدت دیکھ کر آپ نے تجربہ کار صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ یہاں سے منتقل ہونا مناسب ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں کل صبح واپس جاؤں گا سب ساتھ چلیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے آزادی کے ساتھ کہا "افرارا من قدر اللہ" حضرت عمرؓ نے کہا "کاش تمہارے سوا کوئی دوسرا یہ جملہ کہتا۔ ہاں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتا ہوں"۔

غرض حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کو خط لکھ کر بلایا کہ کچھ دنوں کے لئے یہاں چلے آؤ۔ تم سے کچھ کام ہے۔ آپ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ وہ کسی طرح ٹلنے کا نام نہیں لیتے تو تاکیداً لکھا کہ فوج لے کر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف چلے جاؤ۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اس حکم کی تعمیل کی۔

جابہ پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ طاعون میں مبتلا ہوئے۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو زندگی کے آخری لمحات میں لشکر اسلام کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"نماز قائم کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، صدقہ و خیرات کرتے رہنا، حج بیت اللہ کرنا، عمرہ ادا کرنا، آپس میں ایک دوسرے کو عمدہ باتوں کی تلقین کرتے رہنا، اپنے حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا، حکمرانوں کو کبھی دھوکہ نہ دینا، دیکھنا دنیا تمہیں کہیں غافل نہ کردے"۔

نماز کا وقت آیا تو معاذ بن جبلؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اسی دوران آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ نے ۵۸ برس عمر پائی اور اس قلیل عرصہ میں اپنے حیرت انگیز کارناموں کا منظر دکھا کر ۱۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت ابو عبیدہؓ کے صحیفہ اخلاق میں خدا ترسی، اتباع سنت، تقویٰ اور زہد، محبت الٰہی، اطاعت امیر، تواضع و مساوات اور رحمت و کرم کے ابواب نہایت روشن ہیں۔

آپ کا حلیہ مبارک

قد لمبا، جسم نحیف و لاغر، چہرہ کم گوشت والا، سامنے کے دو دانت خدمت رسولؐ میں قربان ہوئے، ڈاڑھی گھنی نہ تھی اور بعض روایات کے مطابق خضاب استعمال کرتے تھے۔ خوش شکل، خوش گفتار، منکسر المزاج، بارعب و حیادار تھے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی دو بیویوں سے اولاد ہوئی۔ ہند بنت جابر سے یزید اور ورجا سے عمیر پیدا ہوئے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس جلیل القدر صحابی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

تقریبِ شادی

مکرمہ فرزانہ کوثر صاحبہ بنت مکرم شہباز احمد صاحب کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی تقریبِ رخصتانہ ہمراہ نصیر الدین صاحب ہمایوں ابن مکرم حمید الدین صاحب خوشنویس ناصر آباد ربوہ مورخہ ۲۵/۱۱/۹۵ بروز ہفتہ منعقد ہوئی۔

جس میں محترم صدر صاحب، ممبران مجلس عاملہ و کارکنان مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے علاوہ احباب جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ محترم رفیق احمد صاحب ثاقب نائب ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ نے رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی۔

ان کا نکاح ۲۴/۱۱/۹۵ کو بعد نماز مغرب بیت بلال میں مبلغ بیس ہزار روپے حق مہر پر مولانا سید احمد علی شاہ صاحب نے فرمایا تھا۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

تقریبِ شادی

مکرمہ خالدہ مسرت صاحبہ بنت مکرم محمد صدیق صاحب ڈرائیور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی تقریبِ رخصتانہ ہمراہ مکرم ارشاد الحق صاحب ابن مکرم ڈاکٹر فضل الحق صاحب مرحوم جھنگ صدر مورخہ ۲ نومبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات منعقد ہوئی۔

جس میں محترم صدر صاحب، ممبران مجلس عاملہ و کارکنانِ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے علاوہ احبابِ جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریکِ جدید نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔

ان کا نکاح محترم صوبیدار (ریٹائرڈ) صلاح الدین صاحب نے بیت المہدی میں مبلغ بیس ہزار روپیہ حق مہر پر فرمایا تھا۔

احبابِ جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

خالد احمدیت

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی سویڈن)

حضرت خلیفہ المسیح الثانی المصلح الموعود نے تین اکابر علمائے جماعت کو "خالد احمدیت" کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ یہ تھے حضرت مولانا جلال الدین شمس، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اور جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم! ان بزرگوں کو خالد احمدیت کا خطاب دیئے جانے کا پس منظریہ ہے کہ پچاس کی دہائی کے پر آشوب دور میں جماعت کے اندر ایک فتنہ نے سر اٹھایا۔ اس فتنے کی پشت پناہی تو اس وقت کے بعض بڑے منافقین کر رہے تھے مگر ان لوگوں نے بظاہر چھوٹے لوگوں کو آگے کر رکھا تھا۔ یہ چھوٹے بہت بے باک ہو رہے تھے اور جماعت پر اور جماعت کے اکابرین پر گند اچھالنے میں بہت تیز ہو رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح [illegible] نے ان لوگوں پر نہایت دانشمندی سے گرفت فرمائی اور اس فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اس دوران حضور نے ایک خطبہ جمعہ میں ایک فقرہ ارشاد فرمایا کہ

"میرے پاس ایسے خالد موجود ہیں جو ان لوگوں کے منہ بند کر سکتے ہیں"

میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ مجھے ان تینوں بزرگوں کو دیکھنے، ان کو سننے اور ان سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے اور ظاہر ہے یہ مختصر سا مضمون انہی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔

ان خالدان احمدیت کے بارہ میں میری یادداشتیں!!

حضرت ملک عبدالرحمن صاحب خادم

خادم صاحب گجرات کے مشہور وکیل تھے۔ مناظرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ چرب زبان احراری مناظرین کو مسکت جواب دینے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس طرح چابک دستی اور حاضر جوابی سے مخالف مناظر کو جواب دیتے کہ وہ بغلیں جھانکنے لگتا تھا۔ مخالف احراری مناظرین کا وطیرہ تھا کہ وہ جماعت کے عقائد پر تنقید کم اور جماعت کے اکابر پر دشنام طرازی زیادہ کرتے اور اپنے حواریوں کو خوش کرتے تھے اور مناظرے میں وقتی جوش ہی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ احرای مناظر اس وقتی واہ واہ کی خاطر تہذیب کا دامن بھی چھوڑ بیٹھتے تھے۔ خادم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے [illegible] ملکہ عطا فرمایا تھا کہ وہ دلائل و براہین کے ساتھ تو جواب دیتے ہی تھے۔ دشمن کو انگریزی محاورہ کے مطابق اسی کے سکے میں نقد ادائیگی کر دیتے تھے اس لئے احراری مناظر خادم صاحب سے بہت بدکتے تھے۔ خادم صاحب نے جماعت احمدیہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کا ایک کافی شافی جواب بھی تیار کر رکھا تھا جو "احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک" کے نام سے موسوم ہے اور جماعت کے مناظراتی ادب کا بیش بہا سرمایہ ہے۔

خادم صاحب اللہ بخشے نہایت سادہ اطوار اور سادہ مزاج آدمی تھے۔ شیروانی اور ٹوپی پہنتے تھے مگر ان کا تخصص ان کا مفلر تھا جو گلے میں حمائل رہتا۔ ہم نے اپنی ہوش میں خادم صاحب کو جتنی بار دیکھا مفلر کو ان کے گلے کا ہار پایا۔ دائیں

ہاتھ میں ایک بیگ سا بھی ہوتا تھا جو کاغذات سے اٹاٹٹ بھرا رہتا۔ گجرات میں اس سے وکیلوں والا کام لیتے ہوں گے مگر مناظروں میں حوالوں سے بھرا ہوتا ہوگا۔ ہمیں کبھی اس کے اندر جانکنے کا موقع نہیں ملا۔ باسط سے دوستی ہی ان کی وفات کے بعد شروع ہوئی ورنہ شاید اس قسم کا کوئی کارنامہ ہم کر ہی گزرتے۔

خادم صاحب سلسلہ کے تبلیغی حلقوں میں بہت مقبول تھے اس کی ایک وجہ بھی تھی کہ وہ باقاعدہ مبلغ نہیں تھے اپنا گزارا وکالت کے پیشہ سے روزی کما کر کرتے تھے۔ مگر جہاں اور جس وقت جماعت نے بلایا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حاضر ہو جاتے تھے۔ اس بے نفس خدمت کا صلہ بھی اللہ تعالیٰ نے کیا خوب دیا اس کا انداز[illegible] کرنے کے لئے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی "حیات قدسی" کا یہ اقتباس دیکھئے۔

"خواب میں مریض کو تندرست و توانا دیکھنے کی تعبیر صحت بھی ہوتی ہے۔ ۱۹۴۵ء میں جب خاکسار واقفین تحریک جدید کی تعلیم کے سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت ڈلہوزی میں مقیم تھا تو عزیزی مکرم عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی کی شدید علالت کی اطلاع اخبار میں شائع ہوئی۔ خادم صاحب سلسلہ کے بہترین خدام میں سے ہیں اور بہت اعلیٰ مناظر ہیں اور بدگو اور بدزبان دشمنوں کو مسکت جواب دینے میں مہارت رکھتے ہیں۔ سلسلہ کے علمی ذخائر اور معلومات کو آپ نے اپنی مشہور تبلیغی پاکٹ بک میں جمع کر کے سلسلہ کی اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ میں ان کے اخلاص، خدمات اور نفع مند وجود کا خیال کرتے ہوئے ان کی شفایابی کے لئے بہت توجہ سے دعا کرتا رہا۔ ایک دن اخبار "الفضل" میں خادم صاحب کی نازک حالت کا بیان شائع ہوا۔ تب میں نے اس خیال سے کہ یہ نوجوان سلسلہ حقہ کے بہتری خدام میں سے ہے اور اچھا کام کرنے والا ہے اور سلسلہ کو ایسے خدام کی بہت ضرورت ہے ان کی صحت کے لئے بہت تضرع سے دعا کی۔ تہجد کے وقت جب میں دعا کر رہا تھا مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ عزیز مکرم خادم صاحب نہایت ہی عمدہ صحت کی حالت میں میرے سامنے آگئے ہیں اور مجھ سے بہ لب متبسم ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے صبح اٹھ کر ان کی خدمت میں اطلاعی کارڈ لکھ دیا اور ان میں کچھ دعائیہ اشعار بھی لکھے اور کشف سے اطلاع دیتے ہوئے صحت کی امید دلائی۔

اسی طرح غالباً ۱۹۴۹ء میں جب میں پشاور میں مقیم تھا عزیز خادم صاحب کی بیماری کی اطلاع اخبار میں شائع ہوئی۔ ایک دن دعا کرتے ہوئے میں نے اس خیال سے کہ میں بوجہ ضعیف العمری کے اب زیادہ کام نہیں کر سکتا لیکن عزیز خادم صاحب جواں ہمت اور سلسلہ کے لئے مفید وجود ہیں اس لئے میری زندگی کے بقیہ ایام عزیز خادم صاحب کو دے دیئے جائیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ بجالاسکیں۔ اس موقعہ پر بھی پرسوز دعائیں کرتے ہوئے میں نے انہیں صحت مند اور تندرست دیکھا اور کشفی بشارت سے صبح اٹھ کر ان کو اطلاع دے دی گئی۔ چنانچہ بزرگان سلسلہ خصوصاً حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی دعائے خاص سے خدا تعالیٰ کا خاص فضل نازل ہوا اور خادم صاحب تھوڑے ہی دنوں میں شفایاب ہو گئے اور اس کے بعد جلسہ سالانہ ربوہ میں سٹیج پر صحت کی حالت میں مجھے ملے۔ میری طبیعت ان کو بحالت

صحت دیکھ کر بہت ہی مسرور ہوئی۔"

(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۲۶۔۲۷)

اس طویل اقتباس سے خادم صاحب کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خادم صاحب کے وجود کا حضرت مولانا راجیکی صاحب جیسے بزرگ کی نگاہ میں کیا مرتبہ تھا اور وہ ان کی زندگی کی خاطر اپنی زندگی کے باقی ایام بھی نچھاور کرنے پر تیار تھے۔ کیا یہ خادم صاحب کی خدمات کے درگاہ الٰہی میں قبول ہونے اور کان سعیکم مشکورا کی دلیل ناطق نہیں ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بہر حال ہم نے خادم صاحب کا جو مناظرہ دیکھا وہ ہمیں آج تک یاد ہے۔ مقابلہ پر احراری مناظر لال حسین اختر تھے۔ اور یہ صاحب اپنے ہمعصر مناظرین میں اس لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے کہ سب سے زیادہ بدزبان اور بیہودہ گو تھے۔ اس وقت یہ تو یاد نہیں کہ مقام مناظرہ کون سا تھا یا ہم وہاں کیوں اور کس طرح پہنچے ہوئے تھے۔ مگر اتنا یاد ہے کہ لال حسین اختر کی کسی بیہودہ گوئی پر خادم صاحب نے کوئی ایسا چبھتا ہوا فقرہ چست کیا تھا کہ اپنے پرائے سب ہنس ہنس کر بے حال ہو رہے تھے اور لال حسین اختر بغلیں جھانک رہے تھے۔ انہیں کوئی جائے فرار نظر نہیں آرہی تھی۔ پنڈال میں وہ شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ یہ بھی یاد ہے کہ لال حسین اختر یہ کہہ کر بھاگ لئے تھے کہ "اچھا تو نے جو بات کہی ہے اس کا مسکت جواب اگلے مناظرہ میں دوں گا" خادم صاحب بار بار اپنا مفلر گلے میں کھولتے اور لپیٹتے تھے ان کا اظہار مسرت کا یہ خاص انداز تھا۔ کہاں گیا وہ زمانہ کہاں گئے وہ لوگ

خادم صاحب تمام بزرگان سلسلہ کی دعاؤں کے باوجود نسبتاً کم عمری ہی میں اس جہان سے رخصت ہوگئے مگر اپنے پیچھے ذکر خیر چھوڑ گئے۔ ہمیں یاد ہے ان کی وفات پر سارا ربوہ سراپا غم بنا ہوا تھا۔ ان کے بیٹے عبدالباسط کالج کے زمانہ میں ہمارے دوست بنے۔

خادم صاحب' ملک کے ادبی حلقوں میں اس وجہ سے جانے پہچانے گئے کہ آپ نے استاد امام دین گجراتی کا دیوان بانگ دہل مرتب کیا اور اس طرح گجرات کی شہرہ آفاق شخصیت استاد امام دین گجراتی کو روشناس خلق کیا۔ استاد امام دین' کی بانگ دہل' دراصل اقبال کی بانگ درا کا جواب ہے۔ خادم صاحب نے صرف دیوان شائع ہی نہیں کیا اس پر جا بجا حواشی بھی دیئے جن کی وجہ سے ان کے اشعار کی "معنویت" دوچند ہوگئی۔ استاد امام دین گجراتی کا دیوان اب پھر شائع ہو کر مقبول ہو رہا ہے۔ اس پر خادم صاحب کا وہی دیباچہ بھی اسی طرح موجود ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خادم صاحب نرے پرے مولوی اور مناظر ہی نہیں تھے اچھا خاصہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے اور مزاح شناسی میں بھی منفرد تھے۔
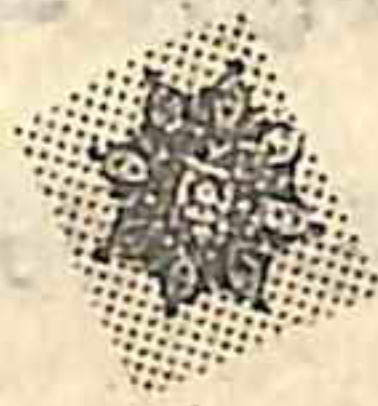
حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

جماعت کے علماء میں ایک بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ سفید پگڑی باندھتے تھے مگر قادیان کے زمانہ میں ہم نے ایک بار

انہیں سبز عمامہ بھی باندھے دیکھا۔ نظارت اصلاح وارشاد میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ کام کرتے تھے۔ حضرت المصلح الموعود کی ربوہ سے غیر حاضری میں ربوہ میں بیت مبارک میں جمعہ کا خطبہ بھی شمس صاحب ہی دیا کرتے تھے۔ شمس صاحب موجود نہ ہوتے تو حضرت قاضی محمد نذیر صاحب کی باری آتی۔ شمس صاحب کی زبان میں ٹھہراؤ تھا۔ یوں لگتا تھا رک رک کر باتیں کرتے ہیں مگر درحقیقت ان کے خیالات اتنے تیز رفتار تھے کہ ان کی آواز سے آگے نکل جاتے تھے۔ ان کی تقریر میں ایک خاص طنطنہ تھا۔ ان کی جوانی کا زمانہ تو ہم نے دیکھا نہیں مگر دوسروں کو یہی کہتے سنا کہ شمس صاحب خوب تیز بیان مقرر تھے۔ لفاظی نہیں کرتے تھے۔ معانی کے دریا بہاتے تھے۔ دائیں ہاتھ کو ہوا میں لہراتے۔ ان کے نسبتاً چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہوا میں لہراتے اچھے لگتے۔ پگڑی باندھتے تھے مگر کلاہ پر باندھنے کے باوجود ان کا طرہ کبھی لہراتا نظر نہ آیا۔ ان کی طبیعت کی طرح منکسر سا طرہ ہوتا تھا۔ عالم باعمل تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے بڑے کوارٹروں میں سب سے آخری کوارٹر ان کا تھا۔ اس لئے اذان ہوتی تو تیز قدموں سے چلتے گھر سے نکلتے اور ذرا سی دیر میں یہ جا وہ جا۔ بیت میں پہنچ کر دم لیتے۔ دفتری اوقات میں نماز ظہر کے وقت دفتر سے نکلتے اور جتنی دیر میں ہم جیسے سست رو کارکن بیت کا رخ کرتے شمس صاحب بیت کے گیٹ تک پہنچ جاتے۔ رفتار میں تیزی ضرور تھی مگر وقار بھی تھا۔ ادھر ادھر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

نظارت اصلاح وارشاد میں ان کے دفتر میں باہر سے آنے والے زائرین کا تانتا لگا رہتا تھا۔ لوگ آتے سوال کرتے، جواب لیتے، مطمئن نہ ہوتے تو دوبارہ آتے اور سوال کرتے۔ ہم نے شمس صاحب کو کبھی کسی کو جھڑکتے یا اس کے سوالوں سے تنگ آتے نہیں دیکھا۔ ہمارے ابا مرحوم مقامی تبلیغ میں تھے۔ ان کے ہاں دیہاتی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ذرا کوئی شخص علمی بحث کی طرف رخ کرتا اباجی اسے شمس صاحب کے پاس یا حضرت قاضی محمد نذیر صاحب کے پاس چھوڑ آتے کہ اب یہ شخص میری حد سے نکل کر عالموں کی حد میں داخل ہو گیا ہے۔ ہمارے ابا فخر کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو دیہاتی ہیں اور دیہاتیوں میں تبلیغ کرنا جانتے ہیں۔ دقیق علمی بحثیں ہم سے ہوتی ہیں نہ ہمارا میدان ہے۔ اس میدان کے شہسوار شمس صاحب اور قاضی صاحب ہیں۔ چنانچہ علمی اعتراضات کا جواب قاضی صاحب ہی دیتے تھے اور کتابی صورت میں شائع کرتے تھے۔

مولانا شمس صاحب کے وجود میں ایک عجیب سی کشش تھی۔ لوگ ان کے پاس پہروں بیٹھتے مگر اکتاتے نہیں تھے۔ اس کی ایک وجہ تو ان کا علم تھا اور دوسرے ان کی وجاہت۔ ان کی باتوں میں موہنی تھی۔ معترضین کو بھی دھیمے دھیمے لہجے میں سمجھاتے تھے۔ ہاں ایک دو بار انہیں ذرا غصہ میں بات کرتے بھی دیکھا گیا مگر ایسا الشاذ کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کا ذکر بار بار شمس صاحب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں عالم ایک لحاظ سے توام عالم تھے۔ اگر کوئی معترض شمس صاحب سے مطمئن نہ ہوتا تو وہ اسے حضرت قاضی صاحب کے پاس بھیج دیتے اور جہاں سے شمس صاحب نے سرا چھوڑا ہوتا وہاں سے قاضی صاحب مرحوم بحث کا سرا پکڑ لیتے۔ دونوں کا تعلق بھی اصلاح وارشاد اور تربیت سے تھا۔ یہ دونوں عالم انجمن کے دفتروں کی رونق تھے۔

شمس صاحب کی اولاد میں سے عزیزی منیرالدین شمس واقف زندگی ہیں اور باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ عزیزی بشیرالدین بھی ہمارے شاگرد ہوئے۔ خدا معلوم آج کل کہاں ہیں؟ ربوہ سے کیا گئے پھر شکل نہیں دکھائی۔ شمس صاحب کے عزیزوں میں سے (غالباً ان کے بھانجے) برادرم مولانا بشیر احمد قمر اور آگے ان کے صاحبزادے نصیر احمد قمر سلسلہ کی خدمت پر مستعد ہیں۔ شمس صاحب کے علمی مرتبہ پر کہنا میرا منصب ہے نہ میں اس بات کی اہلیت رکھتا ہوں مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس عبوری دور کے علماء پر ہمارے سلسلہ کے لٹریچر میں بہت کم مواد موجود ہے۔ آئندہ آنے والے مؤرخ کے لئے ان علماء کا مقام متعین کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ میں سلسلہ کے ارباب علم سے گزارش کرتا ہوں کہ ان بزرگوں کے علمی کارناموں پر بار بار اور تواتر کے ساتھ مذاکرے اور سیمینار کئے جائیں تاکہ ہماری نئی نسل ان کے کارناموں سے ناآشنا نہ رہ جائے۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب

تیسرے "خالد" حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ہیں۔ حضرت مولانا سے دور کی شناسائی بھی رہی اور قریب کی دوستی بھی۔ اس لئے ان کے بارہ میں لکھنا نسبتاً آسان لگ رہا تھا مگر اب لکھنے بیٹھا ہوں تو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ کہاں سے شروع کروں۔

مولانا ابوالعطاء صاحب ہمارے ہی محلّہ میں رہتے تھے۔ نہایت سادہ سا چھوٹا سا گھر تھا۔ دروازے پر الفرقان کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے آشنا' ناآشنا' عالم' غیر عالم سب ہی اس دروازے کو بے تکلفی سے جا کھٹکھٹاتے اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ دروازہ مولانا خود ہی کھولتے تھے۔ گھر میں دوسرے بھی ہوتے ہوں گے مگر مولانا کا یہ طریق رہا کہ مہمان کی خاطر خود دروازے تک آتے اور دریافت کرتے کہ کون صاحب ہیں؟ پھر بیٹھک کا دروازہ کھل جاتا۔ نہایت سادہ سی بیٹھک جس میں کوئی تکلف کا سامان موجود نہیں تھا۔ ایک طرف مولانا کا پلنگ تھا۔ دو چار کرسیاں ایک چھوٹی سی میز اور بس۔ کمرہ میں بے ترتیبی بھی نہیں ہوتی تھی۔ کاغذات ترتیب سے دھرے ہوئے ملتے تھے۔ ہمیں دو چار بار ان کے ہاں حاضری کا موقعہ ملا۔ ایک بار ایک پروفیسر دوست فیصل آباد سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہیں الفرقان کے کسی پرانے علمی مضامین کے سلسلہ کے بارہ میں کچھ پوچھنا تھا۔ ہم بلا تکلف سیدھے مولانا کے ہاں جا دھمکے۔ ربوہ میں ٹیلی فون خدا معلوم اس وقت تھے یا نہیں تھے مگر مولانا سے ہم نے کوئی فون وغیرہ کر کے وقت نہیں لیا۔ صرف اتنا لحاظ ضرور رکھا کہ مولانا کے آرام کا وقت نہ ہو۔ حاضر ہوئے۔ مولانا نے چائے وغیرہ بھی پلائی اور ہمارے مہمان کو اپنا مہمان جانا۔ ان کے سوالوں کا شافی جواب دیا۔ الفرقان کے پرانے پرچے اپنی فائل سے نکال کر دے دیئے کہ اپنی فائل دفتر سے رسائل لے کر پوری کرلوں گا۔ آپ یہ پرچے لے جائیے کیونکہ آپ کو کسی علمی مقالہ کے سلسلہ میں ان کی ضرورت ہے۔ وہ صاحب بہت ممنون ہوئے۔ مدتوں بعد ان سے ملاقات ہوئی تو اس وقت بھی مولانا کی اس مرحمت عظیم کے شکریہ میں رطب اللسان تھے۔

مولانا کلاہ پر پگڑی باندھتے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی رکھتے تھے۔ دائیں ہاتھ میں چھڑی' بائیں میں کاغذوں کا پلندہ جسے عام طور سے سینے سے لگائے رہتے۔ مولانا کی تقریر کا انداز

بھی بڑا پر شوکت تھا۔ آواز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب پاٹ دار اور رسیلی تھی۔ اپنی بات پر پورا پورا قابو تھا۔ مجال ہے ذرا ادھر ادھر کی بات در آئے۔ سیدھے سبھاؤ تقریر کرتے تھے۔ کہیں کہیں آواز میں ارتعاش پیدا ہوتا تھا تو اندازہ ہوتا تھا کہ مولانا کسی جذباتی نکتہ کی طرف آرہے ہیں۔ تقریر کے دوران ہاتھوں سے اشارے بھی کرتے تھے۔ ہم آج کل عزیزی عطاء المجیب راشد کو تقریر کرتے دیکھیں تو مولانا کا چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔ عزیزی راشد صاحب نے یہ انداز اپنے باپ سے لیا ہے۔

مولانا کالج میں دینیات کے پروفیسر تھے تو ان سے نہایت قریب کا تعلق رہا۔ ان کی شخصیت کی بہت سی پرتیں کھلیں۔ وہ دوستوں میں بیٹھ کر علمی مباحث چھیڑنے کی بجائے ہلکی پھلکی باتوں کو ترجیح دیتے تھے مگر علمی باتوں کی توضیح کے ہنگام میں نہایت سنجیدہ ہو جاتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے علمی مسئلہ پر گفتگو چھیڑ کر پھر اسے چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کی ہو۔ ایسا کرنے کو بہت برا جانتے تھے۔ فرماتے تھے مزاح اپنی جگہ مگر علمی مسائل کے بارہ میں ہمیشہ سنجیدہ رہنا چاہیئے مبادا کسی دوسرے کو جو ہمارے موضوع بحث کے مالہ اور ماعلیہ سے واقف نہیں ہماری غیر سنجیدہ باتوں سے ٹھوکر کا شکار ہو جائے۔ کالج میں غیر از جماعت اساتذہ بھی تھے اس لئے مولانا کا رویہ بہت پروقار ہوتا تھا۔ ہر شخص سے ملتے۔ علی قدر مراتب ہر ایک کی تواضع بھی کرتے۔ ان کے سوالات کا جواب بھی دیتے مگر کسی کو مسئلہ مسائل کے بارہ میں غیر سنجیدہ رویہ اختیار نہ کرنے دیتے۔

کالج سے رخصت ہونے کے بعد مولانا اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن کی نظارت کے سربراہ بنے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی راہنمائی میں جماعت میں قرآن کی ترویج و اشاعت کے کام پر مستعد ہوئے۔ ہر سال تعلیم القرآن کی کلاسیں منعقد کرتے اور نوجوانوں میں قرآنی علوم کی ترویج میں ہمہ تن کوشاں رہتے۔ مولانا کے شب و روز خدمت قرآن میں صرف ہوتے رہے۔

ہماری دانست میں مولانا کا ایک کارنامہ "الفرقان" رسالہ تھا۔ الفرقان کو جماعت احمدیہ کا ترجمان سمجھا جاتا تھا اور غیر از جماعت علماء (اور علماء سے ہماری مراد علماء سے ہے) بھی اس رسالہ کی افادیت کے قائل تھے۔ علامہ علاؤالدین صدیقی جو پہلے پنجاب یونیورسٹی کے اسلامیات کے شعبہ کے صدر تھے' بعد میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے' اس رسالہ کی برملا تعریف کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مولوی اللہ دتہ جالندھری کا رسالہ اپنے معیار کے لحاظ سے منفرد ہے۔ خاص طور سے مولانا نے بہائی سلسلہ پر مضامین کا جو سلسلہ چھاپا تھا وہ بہت سے علمی حلقوں میں تحسین کی نظروں سے دیکھا اور پڑھا گیا۔

الفرقان یک نفری رسالہ تھا۔ یعنی اس رسالہ کے بیشتر مضامین مولانا ابوالعطاء صاحب کے رشحات قلم پر مشتمل ہوتے تھے۔ نئے نئے علمی موضوعات پر تحقیقی مضامین لکھنا اور تواتر کے ساتھ لکھنا مولانا کا ہی کام تھا۔ قرآن کریم کا سادہ اردو ترجمہ بھی شائع کرتے رہے کہ ہم جیسے مبتدی بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ غرض مولانا کا فیضان ہر طریق سے جاری رہا مگر وہی حشر ہوا جو ایسے یک نفری رسالوں کا ہوا کرتا ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد اس رسالہ کو کوئی جاری نہ رکھ

سکا۔

صبح کی سیر میں ہمیں ان کی ہم قدمی کا شرف حاصل نہ ہوا مگر جو لوگ ان کے ہمرکاب رہے وہ مولانا کی تعریف ہی کرتے ہیں کہ سیر کے دوران بھی وہ لطیف علمی نکات پر بصیرت افروز طریق سے روشنی ڈالتے رہتے تھے۔ ہم نے دور سے یہ ضرور دیکھا کہ پانچ چھ احباب کا ایک قافلہ سیر پر رواں دواں ہے اور قبلہ مولانا صاحب کی اور کبھی بھائی مسعود احمد خان دہلوی کی آواز فضا میں ابھرتی ہے۔ کہیں قبلہ محترم صوفی بشارت الرحمن کا قہقہہ سنائی دیتا ہے۔ اس قافلہ میں ہم کبھی شامل نہ ہو سکے کیونکہ ہمارا مسلک سیر کے باب میں اور ہے۔ وہی مسلک کہ "گرفتہ ایم اجازت زباغباں تنہا" ہمیں دوسروں کی معیت میں سیر کرنے سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ہم اکیلے سیر کرنے کے عادی رہے ہیں اور ہیں۔ مگر یہ بات شاید درست نہیں۔ آدمی تنہا بھی ہو تو تنہا کہاں ہوتا ہے؟ ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال۔

مولانا کا ھمسفر ہونے کا ایک بار موقعہ ملا۔ ہم لوگ ربوہ سے سرگودھا ایکسپریس کے ذریعہ لاہور جا رہے تھے۔ حضرت مولانا بھی اسی کمپارٹمنٹ میں تشریف رکھتے تھے۔ ادھر ادھر کی متفرق باتیں ہوتی رہیں۔ بھالیکے ایک سٹیشن رستے میں پڑتا ہے۔ وہاں گاڑی کچھ دیر کو رکتی تھی۔ سامنے ایک دیہاتی سا ہوٹل تھا۔ مولانا ہمیں اس میں لے گئے اور کچھ ٹھنڈا پیا اور دو چار دوستوں کو پلایا۔ ہم نے گستاخی کر کے ادائیگی کرنا چاہی تو ہمیں سختی سے ٹوک دیا۔ ایک دوسرے دوست نے ایسا کرنا چاہا تو اسے نرمی سے سمجھا دیا کہ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کو ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔ خوردوں پر شفقت کا یہ پہلو بھی ان کا نمایاں پہلو تھا۔

حضرت مولانا کا علمی مرتبہ اس لحاظ سے بھی بلند تھا کہ مولانا عربی کے نہ صرف جید عالم تھے بلکہ عربی میں تقریر بھی خوب کرتے تھے۔ مولانا ابوالعطاء صاحب عربی اور بڑی فصیح عربی میں اسی طمطراق سے اور اسی سہولت سے تقریر کر لیتے تھے گویا اردو میں تقریر کر رہے ہیں۔ نہایت روانی اور قادر الکلامی کے ساتھ۔ اب ایسے علماء کہاں ملیں گے؟۔

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

غرض جماعت احمدیہ کے یہ تین بزرگ جنہیں حضرت المصلح الموعود نے "خالد احمدیت" کا خطاب عطا فرمایا تھا کوئی معمولی وجود نہیں تھے۔ ہر شخص اپنے اپنے مقام پر بھاری تھا۔ جو ذرہ جس جگہ تھا وہیں آفتاب تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری رکھے۔ آمین۔

اعلان ولادت

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۹۵ء بروز جمعہ المبارک مکرم طارق محمود صاحب ناصر کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت "فضہ ناصر" نام تجویز فرمایا ہے۔

نومولود چوہدری عبدالرحمن صاحب محلہ دارالصدر شمالی کی پوتی اور مکرم چوہدری محمد احمد صاحب کاہلوں محلہ دارالصدر شمالی ربوہ کی نواسی ہے۔ احباب جماعت سے بچی کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

قط نمبر ۳

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل

مرتبہ مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

۳۱۔ سالار۔ قادیان

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الاسدی ۱۹۳۱ء میں کچھ عرصہ تک "الحکم" کی بجائے یہ رسالہ قادیان سے نکالتے رہے۔ اس کے مقاصد بالکل الحکم کے سے تھے۔ الحکم کے دوبارہ اجراء پر یہ رسالہ بند ہوگیا۔ تقسیم ملک کے بعد کچھ عرصہ تک آپ اسی نام کا ایک رسالہ سکندر آباد دکن سے بھی نکالتے رہے۔ اب یہ رسالہ دوبارہ معرض التواء میں پڑا ہوا ہے۔

۳۲۔ "اسلامی دنیا" قاہرہ۔ مصر

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم اپنے قیام مصر کے دوران قاہرہ سے نکالتے رہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ بعد میں اسے "الحکم" میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ ۱۹۳۴ء میں آپ کی واپسی پر یہ رسالہ بند ہوا اور آپ "الحکم" کے احیاء پر ۱۹۳۴ء میں اس کے مدیر مقرر ہوئے اور تا دم وفات یہ خدمات بجالاتے رہے۔

۳۳۔ "البشارۃ الاسلامیہ الاحمدیہ"

اور

"البشریٰ" کبابیر جبل الکرمل۔ حیفہ فلسطین

"البشارۃ الاسلامیہ الاحمدیہ" ایک سہ ماہی رسالہ تھا جو محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مرحوم نے کبابیر حیفہ فلسطین سے جاری کیا۔ بعدہ اس رسالہ کو جنوری ۱۹۳۵ء میں "البشریٰ" کے نام سے ماہوار کر دیا جو اس وقت سے اب تک جماعت کے مشن واقع کبابیر سے نکل رہا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد مولانا صاحب موصوف کے ذریعہ احمدیہ پریس کی بنیاد بھی رکھ دی گئی۔ آپ کی واپسی کے بعد مولانا محمد سلیم صاحب مرحوم رسالہ ہذا کے مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں انہیں بھی واپس بلا لیا گیا اور ۱۹۳۸ء سے چوہدری محمد شریف صاحب فاضل نے اس کی جگہ لے لی۔

عام طور پر اس رسالہ میں عربی زبان

ہی استعمال کی جاتی ہے لیکن بعض اوقات انگریزی زبان میں بھی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ احمدیت کے نقطہ نگاہ سے دعوت الی اللہ اس رسالہ کا اہم مقصد ہے۔ اس کی اشاعت ہر اس ملک

میں جاری ہے جس میں عربی زبان سمجھی جاتی ہے اور اس وقت اس کے بہترین نتائج مرتب ہو رہے ہیں۔

۳۴۔ "سن رائز" (انگریزی) لکھنؤ

جماعت احمدیہ کے ایک مخلص فرد مکرم سید ارتضیٰ علی صاحب نے انگریزی دان طبقہ میں دعوت الی اللہ کے پیش نظر ۳۳ء میں لکھنؤ سے جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی اور مالی دونوں لحاظ سے وسعت عطا کی تھی۔ اس لئے جہاں آپ نے اس اخبار کے جملہ اخراجات کو خود برداشت کیا وہاں خود ہی اسے ایڈٹ کرتے رہے۔ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت غیر مسلموں تک اسلام کی حقیقی تعلیم کو پہنچانا اور ان کے اعتراضات کا جواب دینا اس اخبار کے اہم مقاصد تھے۔ اس میں بڑے قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے۔ متعدد اخبارات نے اس پر ریویو لکھے اور اس کی خدمات کو سراہا۔ اس کے ایک ایڈیٹوریل کے متعلق جو معجزات کی حقیقت کے متعلق تھا مولانا محمد علی صاحب جوہر مرحوم نے اپنے اخبار "کامریڈ" میں لکھا کہ میری نظر میں گزشتہ ۱۳۰۰ سال کے عرصہ میں معجزہ کے متعلق اس قسم کا قیمتی مضمون انگریزی زبان میں نہیں گزرا۔ یہ اخبار تین سال سے زائد عرصہ تک باقاعدہ نکلتا

رہا۔ بعد میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت بند کر دی گئی۔

۳۵۔ ماہنامہ "البشریٰ" (سندھی)

حیدر آباد (سندھ)

اس نام کا ایک اخبار حیدر آباد (سندھ) کی جماعت کی طرف سے ۳۵ء میں جاری کیا گیا۔ اس کا مقصد احمدیت اور (دین حق) کی اشاعت، مسائل دینیہ کی توضیح، مخالفین احمدیت اور اسلام پر اعتراضات کے جواب دینا تھا۔ شیخ عظیم الدین صاحب اس کے ایڈیٹر اور مولوی صالح محمد صاحب اور بابو عطاء اللہ صاحب معاون ایڈیٹرز تھے۔ چونکہ جماعت مختصر تھی اس لئے زیادہ دیر تک اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اخبار بند کر دیا گیا۔ اپنے وقت میں اس اخبار نے (دین حق) اور احمدیت کی کافی خدمت کی ہے۔

۳۶۔ "مسلم ٹائمز" لنڈن

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد سابق امام بیت الفضل لندن کی ادارت میں ایک وقت تک ہفتہ وار اور اخبار کی صورت میں لندن سے نکلتا رہا اور اس میں نہایت اہم مضامین شائع ہوتے رہے۔

۳۷۔ "الاسلام" لندن

اس نام کا ایک سہ ماہی رسالہ صاحبزادگان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے لندن کے قیام کے دوران میں جب کہ وہ وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے نکالنا شروع کیا۔

محترمی صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے آکسن (خلیفہ المسیح الثالث) اور محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس اس کے مدیر تھے۔ اہل مغرب کو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنا اور انہیں صحیح اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا اس کا بڑا مقصد تھا۔ زبان فصیح اور شستہ تھی اور رسالہ صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے قابل قدر تھا۔ اس میں اسلامی جنگوں پر سیر کن بحث کی گئی۔ نبوت کے مسئلہ پر مضامین لکھے گئے۔ اسی طرح دیگر قیمتی مضامین کے علاوہ حضرت درد صاحب کا ایک قیمتی مضمون "اسلام اور سپرچولزم" متعدد اقساط میں شائع ہوا۔ یہ رسالہ جون ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔

۳۸۔ "الاسلام" انڈونیشیا

کسی وقت میں جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کا آرگن تھا۔ مولانا رحمت علی صاحب مرحوم سابق انچارج انڈونیشیا نے وہاں کی مقامی زبان میں جاری کیا تھا۔ ایک عرصہ تک یہ جماعتہائے احمدیہ کی تعلیم و تربیت اور غیر مسلموں میں دعوت الی اللہ کا اہم فریضہ ادا کرتا رہا۔

۳۹۔ ماہنامہ "الھدیٰ" لکھنؤ

۱۹۳۵ء میں جب مجلس احرار احمدیت کے متعلق وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کر رہی تھی اور انسانیت سوز افتراؤں اور رذیل سے رذیل ہتھکنڈوں سے کام لے رہی تھی جماعت احمدیہ لکھنؤ کے ایک مخلص اور علم دوست تاجر مکرم سید ارشد علی صاحب نے جو سید ارتضیٰ علی صاحب ایڈیٹر "سن رائز" کے بڑے بھائی ہیں لکھنؤ سے جاری کیا جس میں مجلس احرار اور اس کے ساتھ اخبارات "زمیندار" "احسان" اور "انجم" وغیرہ کے حیا سوز افتراؤں اور انسانیت سوز اعتراضات کا جواب دیا جاتا رہا اور قارئین تک حق و صداقت پہنچایا جاتا رہا تا مخلوق خدا ہلاک نہ ہو اور وہ امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کرنے کے بعد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر فلاح دارین حاصل کرے۔

مکرم سید ارشد علی صاحب نہ صرف اس اخبار کو خود ایڈٹ کرتے رہے بلکہ اس کے جملہ اخراجات بھی خود ہی برداشت کرتے رہے۔ جب مجلس احرار نے احمدیت کی مخالفت کے میدان میں شکست کھائی اور اسی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تو یہ اخبار بند کر دیا گیا۔ بہر حال اپنے وقت میں اس اخبار نے (دین حق) اور احمدیت کی بیش قیمت اور قابل فخر خدمات سرانجام دیں۔

۴۰۔ "ماہنامہ "المبشر" قادیان

۱۹۳۶ء کے وسط میں ایک احمدی نوجوان محمد سلیمان صاحب عرفانی کی ادارت میں قادیان سے شائع ہونا شروع ہوا اور نظارت تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ قادیان کا باقاعدہ منظور کردہ تھا۔ بعد میں اس کی ادارت جماعت کے تجربہ کار صحافی شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم ایڈیٹر "الحکم" نے سنبھال لی۔

۴۱۔ "گلدستہ تعلیم الدین" قادیان

احمدی بچوں، خواتین اور نو احمدی و نو مسلم احباب کو علوم دینیہ سے آگاہ کرنے کیلئے مکرم حکیم محمد عبداللطیف صاحب شاہد گجراتی نے جولائی ۱۹۳۶ء میں قادیان سے جاری کیا تھا۔

(باقی آئندہ)

UN MATCHABLE EXPERTISE IN

SCREEN PRINTING

- GIVE AWAY ITEMS
- NAME PLATES
- MONOGRAMS
- PANEL PLATES
- STICKERS
- RADIO, TV. & CLOCK DIALS.

LATEST TECHNIQUE

COLOUR & HALFTONE PRINTING ON ALUMINIUM METAL & PLASTIC ETC.

اعلیٰ فنی مہارت • جدید جاپانی مشینیں • تربیت یافتہ عملے کی زیرِ نگرانی

مونوگرام • واشنگ مشین پینل پلیٹس • سٹکرز • ریڈیو • ٹی وی • کلاک ڈائلز

معیار اور قیمت کے لیے ہم پر اعتماد کیجئے.

اور ہر قسم کی نیم پلیٹس بنانے کے ماہر

سکرین پرنٹنگ کی دنیا میں منفرد نام

خان نیم پلیٹس

ہاوس نمبر ۵ بلاک نمبر ۱۴ سیکٹر بی۔ ون کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 844862 842862

سندھ کے عظیم صوفی شاعر

شاہ عبداللطیف بھٹائی

(حبدار علی ٹوٹانی صاحب۔ انور آباد لاڑکانہ)

سندھ کے عظیم مشہور صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی (جسے عقیدت و محبت سے بھٹ دھنی، بھٹائی گھوٹ اور لال لطیف بھی کہتے ہیں) حیدر آباد ضلع کی چھوٹی سی تحصیل "ھالا" کے چھوٹے سے گاؤں "ھالا حویلی" میں سن 1689ء میں بمطابق ۱۱۰۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء و اجداد افغانستان کے شہر ہرات (Hirat) سے ہجرت کر کے سندھ میں آباد ہوئے تھے۔

آپ کے والد کا نام سید حبیب شاہ، دادا کا نام عبدالقدوس تھا اور پڑ دادا حضرت شاہ عبدالکریم بلڑی والے تھے۔ جب آپ دس بارہ سال کی عمر کے ہوئے تو آپ کے والد نے "اخوند نور محمد" کے پاس پڑھنے بٹھایا اور آپ نے ان سے قرآن مجید کے علاوہ دوسرے علوم بھی سیکھے۔ آپ عربی اور فارسی زبان کے بڑے ماہر تھے۔ آپ کو بچپن سے ہی شاعری کا بڑا شوق تھا۔

جب آپ کی عمر ۲۰ سال ہوئی تو آپ نے مغل گھرانے کی معزز خاتون "سعیدہ بیگم" سے شادی کر لی۔ آپ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت تنہائی میں کیا کرتے تھے اور کئی مرتبہ چلہ کشی بھی کی۔ آپ نے گدڑی پوش فقیروں کے ساتھ سارے سندھ علاوہ بلوچستان کے کچھ علاقوں کا پیدل سفر کیا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سچا عشق تھا آپ کے ساتھ ہمیشہ قرآن مجید، مثنوی مولانا روم اور شاہ عبدالکریم بلڑی والے (آپ کے پڑدادا) کی شاعری کا مجموعہ کلام رہتا تھا۔ آپ کی شاعری پر بھی ان ہی کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی شاعری کے مجموعے کو "شاہ جو رسالو (Shah Jo Risalo) کہتے ہیں۔ جس میں مختلف موضوعات پر تقریباً ۳۰ سر (Chapters) ہیں۔ آپ اپنی شاعری کے ذریعے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ بتاتے تھے۔ آپ نے اپنی اثر انگیز روح پرور شاعری کے ذریعے ایک مسلمان کو اس کی حقیقت سے آشنا کرایا اور اسے بتایا کہ ایمان کیا ہے۔ عشق الٰہی کی منزلت کیا ہے اور وہ اس زندگی میں حق تعالیٰ کی رحمت کا حقدار بن جائے۔ یوں تو آپ کا کلام نور تصوف سے ہر جگہ منور نظر آتا ہے لیکن خاص طور پر سر کلیان اور سر آسا کا مطالعہ کرنے سے توحید کا اصلی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ آپ کے رسالے کا سب سے پہلے شعر سر کلیان کا مطلب کچھ اس

طرح ہے۔

"سب سے اول اللہ جو علیم و اعلیٰ ہے سارے عالم کا مالک ہے جو کہ قدیم سے اپنی قدرت سے قائم ہے اس لئے اس کی ہی تعریف کرو جو سارے عالم کا والی رازق اور رحیم ہے اور وہ سارے جہاں کے کام خود ہی بناتا ہے"

شاہ صاحب کی شاعری کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک پکے موحد اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کی شاعری میں حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد پر بھی بہت درس ملتا ہے۔ آپ کے نزدیک کوئی بھی تب تک خدا کا مقرب نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں کی خدمت اور ان سے محبت نہ کرے۔ اس کا اندازہ آپ کے اس شعر سے کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نماز روزو آہٹ چگو کم
پرا ہو کو پیو فہم جنھن سان پچی پرین گئی

جس کا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ "نماز پڑھنا اور روزا رکھنا اچھا کام ہے لیکن وہ کوئی اور کام ہے (یعنی خدمت خلق) جس سے خدا کو پاتے ہیں"

آپ کی شاعری کے سرسری مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عشق حقیقی کو عشق مجازی (Romantic) کے انداز میں پیش کیا جس کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ آپ کے زیادہ تر کلام لوک داستانوں اور رومانوی قصوں پر مشتمل ہے۔ ان داستانوں میں سندھ اور پنجاب کے مشہور رومانی داستان سوہنی میوال کے علاوہ مومل رانو، سسئی پنہوں، ہیر رانجھا، عمر ماروی، لیلا چنیسر، نوری اور جام تماچی اور راء ڈیاچ کی داستان عشق شامل ہے۔

آپ نے اکثر شاعری عورت کی زبان میں کی ہے شاید اس لئے کہ اس معاشرے میں عورت کو کمزور مجبور اور لاچار تصور کیا جاتا ہے اس کے علاوہ آپ عورت کی نرمی، پیار اور وفاداری سے بھی متاثر تھے اور عورت کی آہیں پر سوز ہوتی ہیں۔ آپ کی شاعری میں مظلوموں کی حمایت، ظالم سے بغاوت کرنے کا درس ہے۔ آپ نے ظالم سے مقابلہ کرنے کے لئے کمزور انسان کی ہمت افزائی کی ہے۔ آپ نے بے ہیچ لوگوں، غریب اور بے ثمر، خانہ بدوش اور گدڑی پوش بے سہارا لوگوں کو اپنے کلام میں بہت سراہا ہے۔ آپ کے نزدیک سب انسان ایک جیسے تھے۔ مذہب و ملت کی تفریق کے مخالف تھے۔ آپ کے نزدیک خدا کو پانے کے لئے انسانی دلوں کو جیتنا ہے نہ کہ فتوے لگا کر۔ شاہ صاحب نے اپنے پورے کلام میں "ملاں" کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ آپ کے نزدیک "ملاں" والی بتائی ہوئی راہ خدا کے پاس نہیں جاتی اور "ملاں" کی نظر حق پر نہیں پڑتی اس کا اندازہ آپ اس شعر سے کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

اس کا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے۔

"اے ملاں! تیری ماں مرجائے اور تیرا پتا پیٹ میں پھٹ جائے کیونکہ تم اللہ کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی خشکی میں غوطہ لگاتے ہو"

آپ کی زندگی کا ایک مشہور قصہ ہے کہ ایک بار آپ راستے سے آرہے تھے کہ آپ کو ایک بزرگ شخص ملا اس نے باتوں باتوں میں بتایا کہ وہ فلاں جگہ بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ ان سے تھوڑا دور گئے تو دیکھا کہ ایک تیتر ہے جسے باز (Eagle) شکار کرنے کے لئے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس تیتر

نے اس بزرگ آدمی کو سہارا سمجھ کر اس باز سے بچنے کے لئے آکر اس مولوی کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ مولوی جلدی میں اسے پکڑ کر جیب سے چاقو نکال کر اسے ذبح کر دیا۔ یہ سارا واقعہ شاہ لطیف دیکھ رہے تھے۔ جس کا اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور غمزدہ ہو کر اس تیتر کی زبان سے یہ شعر فرمایا۔

جس کا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ "درخت بھی قریب تھے لیکن میں لباس دیکھ کر تیرے پاس آیا کہ تو بزرگ ہے (مجھے بچائے گا) لیکن تم یہ لباس اتار دو یہ فکر چھوڑ دو میں تو تمہیں بزرگ سمجھتا تھا لیکن تو تو باز سے بھی بدتر ہے"

آپ کے رسالے میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن کا مفہوم قرآنی آیت پر مبنی ہوتا ہے۔ جن کو اگر قرآن مجید کی تفسیر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ کیونکہ مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ہر جگہ توحید کی پرچار اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت دنیا پر ظاہر کی ہے۔ آپ کے نزدیک محمد ﷺ کے عشق کے بغیر ایمان پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور بنا کر بھیجا اور جو بھی اس کا ساتھ دے گا انہیں کوئی خوف نہیں۔

(آپ کے ان اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے)

"اللہ تعالیٰ نے ان (محمد ﷺ) کو سراپا نور کر دیا انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی غم، صادق لوگوں کو کوئی بھی درد نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا بخت بالا کر دیا ہے۔"

شاہ صاحب کی نظر میں سب انسان ایک جیسے تھے کسی سے نفرت و حقارت نہیں تھی۔ انسانیت سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے اور آپ نے خدا تعالیٰ کو پانے کا ایک نادر نقطہ یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کے مقرب لوگ نہ کوئی چال چلتے ہیں نہ انہیں دوزخ کا ڈر ہے اور نہ وہ جنت کے خواہاں ہیں نہ انہیں کسی کافر سے کوئی غرض نہ مسلمان سے بلکہ وہ تو خدا سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمیں اپنا بنا دے"۔

آپ آفاقی شاعر تھے کیونکہ آپ کے کلام کا ہر پہلو سے مطالعہ کیا جائے تو وہ مولا حقیقی سے ملاتا ہے۔ آپ نے مختلف جگہوں پر مناسب حال عمل کرنے کی تلقین فرمائی ہے آپ نے اپنی شاعری کے متعلق کہا ہے کہ

"جن کو آپ شعر سمجھتے ہیں وہ اصل میں وہ آہیں ہیں جو بندے کو اپنے حقیقی محبوب (خدا) کے ساتھ ملاتی ہیں۔

شاہ عبداللطیف نے والد کی وفات کے بعد اپنا آبائی گاؤں چھوڑ کر موجودہ ہالا شہر کے تقریباً ۳ کلومیٹر مشرق کی طرف آکر ایک بڑے ریت کے ٹیلوں پر اپنا ٹھکانہ کیا۔ جسے سندھی میں "بھٹ" یعنی ریت کا ٹیلہ کہتے ہیں اس کے بعد آپ بھٹائی یا بھٹ دھنی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ نے ۲۴ دسمبر ۱۷۵۱ء کے مطابق ۱۴ صفر ۱۱۶۵ھ میں تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کو بھٹ پر ہی سپرد خاک کیا گیا۔ ۱۷۵۴ء میں سندھ کے حاکم میاں غلام شاہ کلھوڑو نے آپ کے مزار کی تعمیر کرائی۔ آپ کے مقبرے پر سالانہ ۱۴۔ ۱۵ اور ۱۶ صفر کو برسی منائی جاتی ہے اور میلہ بھی لگتا ہے جہاں پر لاکھوں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے اولین مورخ و صحافی

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر ابن مولانا دوست محمد صاحب شاہد

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اولین مورخ ہونے کا شرف رکھنے والے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ۲۹ نومبر ۱۸۷۵ء کو ضلع جالندھر کے ایک غیر معروف اور چھوٹے سے گاؤں "جاڈلہ" میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام شیخ محمد علی تھا۔ آپ کے دادا شیخ سلطان علی صاحب کا حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب والد ماجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ اس طرح آپ کے خاندان کو حضرت بانی سلسلہ کے خاندان سے تیسری پشت سے ہی عقیدت تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بچپن میں وفات پاگئیں اور آپ نے اپنا بچپن اپنی خالہ کے پاس گزارا۔

آپ کی تعلیم کی ابتداء جاڈلہ سے ہی ہوئی۔ پرائمری پاس کرنے سے قبل ہی مذہبی تعلیم اور مذہبی مسائل پر گفتگو کرنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ پرائمری کے بعد آپ نے مڈل سکول سے مڈل پاس کیا۔ اسی زمانہ میں آپ خدا کے حضور سجدہ ہو کر یہ دعا کیا کرتے کہ:۔

"اے اللہ صحابہ کی سی خدمت دین کا موقع دے اور ایسی جماعت میں رہنے کی توفیق دے جو حمایت اسلام کا جوش رکھتی ہو"۔

آپ یونیورسٹی کے مڈل امتحان میں تعریف اور وظیفہ لے کر کامیاب ہوئے۔ جب لدھیانہ کے سکول میں داخل ہوئے تو وہاں پہنچ کر آپ کا مذہبی شوق ترقی کر گیا اور اخباری مذاق نے اخبار نویسی کی صورت اختیار کرلی اور آپ کے وقت کا بڑا حصہ عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ میں گزرتا۔ انہی ایام میں آپ نے عربی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور ساتھ ساتھ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر بھی سیکھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات

۸۷-۱۸۸۶ء میں چوہدری رستم علی خان صاحب مرحوم کے ذریعہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "براہین احمدیہ" دیکھ چکے تھے۔ گو اس وقت اس کتاب کو سمجھنے کی اہلیت تو نہ تھی تاہم پڑھنے کا شوق بے حد تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی پہلی ملاقات کے متعلق حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بیان فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کا شرف

مجھے ۱۸۸۹ء میں اس وقت ہوا جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت لینے کے لئے لدھیانہ پہنچے تھے۔ آپ کے عشاق اور اس شمع کے پروانے اڈ اڈ کر لدھیانہ پہنچ رہے تھے اور تخلیئے میں اپنے آقا کے ساتھ عہد و پیماں باندھ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسان نہیں فرشتے چل رہے ہیں۔ وہ نور جو حضرت مسیح موعود کو دیا گیا اس سے آپ اپنے مریدوں کو فیض یاب کر رہے تھے۔

شیخ اللہ دیا صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام نے مجھے پیش کیا اور میرے سنسکرت پڑھنے کا ذکر کیا جس کو سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا"۔

(الفضل ۶ مئی ۱۹۵۸ء)

آپ نے بیعت تو کرلی لیکن بیعت کی حقیقت آپ پر بعد میں کھلی اور پھر خدا کے فضل سے خدمت سلسلہ سے بھرپور زندگی گزارنے کی توفیق عطا ہوئی۔

دوبارہ بیعت

پیسہ اخبار کے دفتر میں ملازمت کے دوران ہی آپ نے ۱۸۹۳ء میں بمقام لاہور بمکان محبوب (ارائیاں) دوبارہ بیعت کی اور لاہور کے تمام ایمان افروز واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگرچہ آپ کے بزرگ یہ چاہتے تھے کہ آپ کالج کی تعلیم مکمل کریں مگر احمدیت کا شوق آپ کو اور طرف لے نکلا اور ۱۸۹۴ء میں انٹرپاس کرکے آپ نے تعلیمی سلسلہ کو ختم کر دیا۔

ملازمت سے سبکدوشی

۱۸۹۳ء کا ہی ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فیروز پور تشریف لا رہے تھے۔ محترم شیخ عرفانی صاحب ان ایام میں محکمہ نہر کا کام سیکھ رہے تھے۔ آپ نے اس دوران ملازمت کا خیال اپنے ذہن سے نکال کر عہد کرلیا اور اربن ضلع امرتسر کی کوٹھی میں ان تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا جو ڈپٹی کلکٹر اور خان بہادری کی صورت میں آپ کے سامنے آئی تھیں۔ چنانچہ ۱۸۔ ۱۹ برس کی عمر میں آپ نے قلم کے ذریعہ قوم و ملک کی خدمت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

حضورؑ کے ساتھ سفر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۳ء میں فیروز پور تشریف لائے تو آپ حضور کی واپسی پر رائے ونڈ تک ساتھ گئے۔ رائے ونڈ کے سٹیشن پر حضور نے ازراہ مہربانی آپ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ :۔

"تم ملازم تو ہو نہیں۔ چلو لاہور تک چلو"۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل میں لاہور تک حضور اقدس کے ساتھ آئے۔ اس سفر کے دوران وہ مشہور واقعہ پیش آیا جس میں لیکھرام نے حضور کو ریلوے سٹیشن پر سلام کیا مگر حضور نے جواب تک نہ دیا۔ کسی کے توجہ دلانے پر فرمایا:۔

"اس نے آنحضرت ﷺ کی بڑی توہین کی ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں"۔

(الحکم ۲۱ جون تا ۲۶ جون ۱۹۱۲ء)

آپ اس واقعہ کے چشم دید گواہ تھے۔

اخبار نویسی

حضرت عرفانی کا معمول اور واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ

آپ نے اپنی زندگی کا جو نظام العمل تیار کیا ہوا تھا یا فطرت نے آپ کو جو جوہر ودیعت کر رکھا تھا اس کا مرکزی نقطہ "قلم" تھا۔

ابتداء میں اخبار نویسی شغل کے طور پر اختیار کی پھر باقاعدہ صحافت کے وسیع میدان میں قدم رکھا۔ ۱۸۹۴ء سے لے کر اکتوبر ۱۸۹۷ء تک مختلف اخباروں میں بطور ایڈیٹر اپنی صحافت کے رنگ جمائے اور نہایت جرات مندانہ کالم لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے ضمیر کو لالچ و خوف کے دباؤ سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے۔

جماعت کے اولین

اخبار "الحکم" کا اجراء

جماعت اپنے قیام کے آٹھ برس گزرنے تک جماعتی اخبار سے محروم چلی آرہی تھی۔ حضرت اقدس اور آپ کے مخلصین و محبین کو ایک عرصہ سے اس کا احساس تھا لیکن اقتصادی حالات اسی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آخر جماعت کے باہمت اور پرجوش نوجوان حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جو کہ اس وقت امرتسر میں رہتے تھے اور کامیاب صحافی کی حیثیت سے ادبی مجالس میں ان کے زور قلم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کو اپنا عزم پورا کرنے کا وقت میسر آگیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں اخبار کے اجراء سے متعلق ایک عریضہ لکھا۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کا جواب عطا فرمایا۔ اس کے آخر پر آپ نے فرمایا:۔

"ہم کو اس بارہ میں تجربہ نہیں۔ اخبار کی ضرورت تو ہے مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے۔ مالی بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ اپنے تجربہ کی بناء پر جاری کر سکتے ہیں تو کرلیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے"۔

(حیات احمد جلد چہارم)

اخبار الحکم کے اجراء کی تیاریوں کے دوران عرفانی صاحب بالکل تہی دست تھے مگر آپ کی دستگیری خداوند عظیم نے فرمائی اور آپ "الحکم" ایسا بلند پایہ ہفت روزہ اخبار جاری کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ الحکم کے اجراء کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"۱۸۹۷ء اگست کو ہنری مارٹن کلارک نے ایک نالش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کردی۔ میں نے اس مقدمہ کے حالات جنگ مقدس کے نام سے لکھے۔ اس وقت مجھے اپنے سلسلہ کی ضروریات کے اعلان اور اظہار کے لئے اور اس پر جو اعتراضات پولیٹکل اور مذہبی پہلو سے کئے جاتے تھے ان کے جوابات کے لئے ایک اخبار کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں الحکم جاری کردیا"۔

یاد رہے اس وقت آپ کی عمر صرف بائیس برس کی تھی۔

اس اخبار کی زینت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبارک منہ سے نکلنے والے عرفان کے موتی اور ایمانوں کو تقویت دینے والے نشانات و ملفوظات بنے۔ ایک سال بعد ۱۸۹۸ء میں یہ اخبار حضرت عرفانی صاحب کے ساتھ ہی ہجرت کرکے امرتسر سے قادیان آگیا۔

"الحکم" میں حضرت عرفانی صاحب کی کاوش سے سلسلہ کا اہم اور قیمتی ریکارڈ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا اور آئندہ کی نسلوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت اختیار کرگیا۔

"الحکم" کے متعلق قیمتی آراء

سیدنا حضرت مسیح موعود نے الحکم کو اپنے دو بازوؤں میں سے ایک بازو قرار دیا۔ اس کی خدمات کو سراہا اور اسے بے حد پسند فرمایا۔

حضرت خلیفہ المسیح الاول:۔ جب قادیان سے اور نجی رسائل نکلنا شروع ہوئے تو حضرت عرفانی صاحب نے حضرت خلیفہ المسیح الاول کے حضور اور کام کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان الفاظ میں عرفانی صاحب سے عہد لیا:۔

میرے سامنے عہد کرو کہ میں اس سے ہرگز علیحدہ نہیں ہوں گا اور اگر تم میرے مرید ہو تو ایسا خیال ہرگز نہ کرنا"۔

(الحکم ۷ اگست ۱۹۰۹ء)

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی:۔ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے ۱۹۳۴ء میں الحکم کے دوبارہ اجراء پر مبارکباد کا خط لکھا اور ان شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:۔

"الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود کے آخری زمانہ میں بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔ میں کہتا ہوں الحکم اپنی ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے"۔

(الحکم ۱۹۳۴ء)

قادیان میں ہجرت اور بطور

ہیڈ ماسٹر تقرری

جماعت جہاں اپنی تعداد کے لحاظ سے آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی وہاں اس کی ضرورتوں میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ دشمن جماعت کو نیست و نابود کرنے کے ارادہ سے حملہ آور ہوا تھا تو دوسری طرف ہر طرح کی تکلیف و مصائب پہنچانے کے منصوبوں پر عمل پیرا تھا۔ ایسے ماحول میں جماعت نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر مدرسہ قائم کئے جانے کی تجویز پیش کی۔ اس مدرسہ کو چلانے کے لئے خدمات کا سوال پیدا ہوا تو حضرت عرفانی الکبیر نے اپنی خدمات پیش کر دیں اور آپ مدرسہ کے پہلے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

بحیثیت استاد حضرت مصلح موعود

آپ کے حصہ میں یہ سعادت بھی آئی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ایسے اولوالعزم بچے کی تعلیمی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کیں جس نے بڑے ہو کر مصلح موعود کے لقب سے نوازا جانا تھا۔ حضرت شیخ صاحب جب اپنی معلمی کے زمانہ کو یاد کرتے تو اپنی قسمت پر ناز کئے بغیر نہ رہ سکتے۔ لوگوں کو آپ پر رشک آتا۔ آپ فرمایا کرتے:۔

"جب حضرت ..... کی تعلیم کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر فرمایا تو مجھے گھر سے بلایا گیا۔ چھوٹی (بیت) کی سیڑھیوں پر سے اندر داخل ہوا۔ حضرت اقدس تشریف لائے اور فرمایا "یعقوب علی آپ محمود کو پڑھایا کریں اور میں آپ کی خدمت بھی کروں گا"۔ آپ نے عرض کیا کہ

یہ تو میرے لئے اور میری نسل کے لئے عزت و سعادت ہے کہ مجھے اس خدمت کا موقعہ ملا۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا "نہیں استاد کی خدمت کرنی چاہیئے"۔ غرض یہ کہہ کر حضرت محمود کو بلا کر..... (بیت) مبارک میں میرے سپرد کیا اور آپ اندر تشریف لے جاکر بیت الفکر سے ہو کر ایک کشتی جس میں چار بسکٹ وغیرہ تھے لے کر نمودار ہوئے۔ میں تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میں نے عرض کیا حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔ فرمایا "استاد کی خدمت ضروری ہوتی ہے اور اس طرح بچوں کو بھی سمجھ آتی ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت

حضرت عرفانی صاحب کو جب بھی خطبہ جمعہ پڑھانے کا کہیں موقع ملتا تو آپ خطبہ کو ہمیشہ ان الفاظ پر ختم کرتے ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی۔ یایھاالذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما اس کے بعد اکثر درود شریف پڑھتے اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین احباب جماعت کو فرمایا کرتے۔

قرآن مجید سے عشق

آپ اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ قرآن مجید پر غور و فکر کرنے اور قرآن مجید کے معارف تحریر کرنے میں صرف کرتے اور جہاں بھی اور جب بھی کسی جماعت سے مخاطب ہونے کا موقع ملتا قرآن مجید کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے۔ قرآن مجید پڑھتے وقت آپ کی طبیعت میں ایک غیر معمولی بشاشت پیدا ہو جاتی اور فرماتے:۔

"جب میں درس دینے لگتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ دیتا ہی چلا جاؤں لیکن لوگ تھک جاتے ہیں۔ جب قرآن کے اسرار اور معارف ہم پر کھلتے ہیں تو ایسی خوشی اور بشاشت محسوس ہوتی ہے کہ گویا ایک خزانہ ہم کو مل گیا ہے"۔

حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

حضرت عرفانی الکبیر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عشق تھا۔ آپ جب حضور کا ذکر فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے۔ آپ حضور کے پاکیزہ واقعات کا اکثر ذکر فرماتے رہتے اور فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت اقدس تو ایک نور تھے"۔

حضور سے تعلق کے دو خاص واقعات

(۱) ۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء کو ظہر کی نماز ادا کرنے سے پہلے حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان اور ہیبت ناک زلزلہ کے ظاہر ہونے کی اطلاع دی ہے۔ حضور چاہتے تھے کہ اس خبر کو بذریعہ اشتہار عام کیا جائے تا انہیں جو سعید ہیں تبدیلی کا موقع مل جاوے۔

اس اشتہار کے چھپوانے اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری حضور نے حضرت عرفانی صاحب کے سپرد فرمائی۔

(۲) ایک مرتبہ آپ کا بیٹا ابراہیم سخت بیمار ہو گیا کہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آپ نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ اس عرض کے ساتھ ہی آپ کے آنسو نکل گئے۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا فکر نہ کریں میں ابھی دعا کرتا

ہوں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر جب گھر گئے تو دیکھا کہ ابراہیم کی طبیعت اچھی ہے۔ حضرت عرفانی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے رونے کی آواز ایسے سنتا ہے جیسے ایک ماں بھی نہیں"۔ (بدر ۱۹۵۸ء)

حضرت اقدس اور خلفائے احمدیت سے شرف ہمرکابی

حضرت عرفانی صاحب کو یہ شرف بھی حاصل رہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفروں میں ہمرکاب رہے اور حضور اپنے قافلہ میں حضرت عرفانی صاحب کو بھی شامل فرمایا کرتے۔ یہ سعادت حضور علیہ السلام کے بعد خلفاء کے زمانہ میں بھی نصیب ہوتی رہی۔

حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں جماعت احمدیہ لاہور نے حضور کو مدعو کیا۔ حضرت عرفانی صاحب نے بھی اس سفر میں شمولیت کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ عرفانی صاحب کی طرح ایک اور شخص نے بھی اجازت مانگی۔ حضور یہ نہیں چاہتے تھے کہ غیر مدعو بھی ساتھ جائیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا "میں نے صرف ایک آدمی کی اجازت دی ہے اور میں اس کا خرچ اپنی جیب سے دوں گا"۔

(الحکم ۲۵ جون ۱۹۱۲ء)

حضرت خلیفہ المسیح الثانی بھی آپ کو اس سعادت سے بہرہ ور فرماتے رہے چنانچہ جب حضور نے دہلی کے لئے سفر اختیار فرمایا تو آپ اس وقت بمبئی گئے ہوئے تھے۔ آپ کو تار کے ذریعہ بلوایا گیا۔ حضور نے فرمایا:۔

"تم یہ نہ کہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفروں میں ساتھ تھا اور اس موقع پر شامل ہونے کا موقع نہ ملا"۔

(الحکم ۲۸ جون ۱۹۱۸ء)

سفر لندن ۱۹۲۴ء میں آپ کو حضور نے جرنلسٹ سیکریٹری کی حیثیت سے قافلہ میں شامل کیا۔

خلافت سے وابستگی

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی زندگی میں بعض عجیب عجیب ابتلاء آئے مخالفوں کی مخالفت ایک طرف۔ خود اندر سے بعض ایسے امور پیدا ہو گئے جو نہایت دہشتناک تھے۔ یہ ہی وہ وجود تھا جس نے اس دور میں ایسے نقاب پوشوں کو بے نقاب کیا تھا اور جماعت کو آگاہ کرنے کے لئے "جھوٹے خلیفوں" کے عنوان سے کالم پر کالم لکھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو کئی ہزار روپے رشوت کا پیغام اس وقت بھیجا گیا جب کارخانہ الحکم آٹھ ہزار روپے نقصان میں تھا مگر آپ نے اسے دھتکار دیا۔

حضرت خلیفہ المسیح الاول کی وفات کے بعد جب منکرین خلافت نے جھگڑا اور مجادلہ کی صورت اختیار کرنا چاہی تو احمدیت کا یہی خادم تھا جس نے جرات کے ساتھ اونچی آواز میں پکار کر کہا کہ

اب آپ بیٹھ جائیں۔ ہم مزید آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اب ان جھگڑوں میں یہ قیمتی وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے آقا حضور ہماری بیعت قبول فرمائیں۔

لوگ تو بھرے بیٹھے تھے بے اختیار لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوئی اور آن واحد میں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کا منظر سامنے

آگیا۔ خلافت سے وابستگی کے نتیجہ میں ہی آپ نے ۸ جولائی ۱۹۴۳ء کو ایک وصیت فرمائی جس کا عنوان یہ رکھا۔

"تمام سعادتوں اور برکتوں کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ خلافت کے دامن سے وابستہ رہو۔"

خدمات پر یکجائی نظر

۱۔ "اخبار الحکم" کے ذریعہ سلسلہ کا ہر قسم کا ریکارڈ محفوظ کر دیا اور تاریخ سلسلہ کا بنیادی ماخذ یہی ریکارڈ قرار پایا۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضامین کی اشاعت

۳۔ حضرت مسیح پاک کے ملفوظات، تقاریر اور اشتہارات کو شائع کرنا

۴۔ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب کی تقاریر درس القرآن کی اشاعت

۵۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے خطبات تقاریر کی اشاعت

۶۔ سیرت کے متعلق مضامین کی اشاعت

۷۔ جماعت کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے چھاپہ خانہ کا قیام

۸۔ مدرسہ تعلیم القرآن قادیان کے پہلے ہیڈ ماسٹر کے طور پر خود حضرت اقدس نے آپ کی تقرری فرمائی۔

۹۔ سلسلہ کی پولیٹیکل پوزیشن کو مضبوط کرنے میں آپ نے بھر پور حصہ لیا۔

۱۰۔ آپ نے سب سے پہلے صدر انجمن احمدیہ کو اضلاعی اور تحصیل دار کمیٹیوں کی طرف توجہ دلائی۔

۱۱۔ صدقات کمیٹی کے عہدہ پر فائز رہے۔

۱۲۔ صدر انجمن احمدیہ کے اسٹنٹ سیکرٹری بھی رہے۔

۱۳۔ تحفہ ندوہ بھیجنے کے لئے جو نمائندے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر فرمائے ان میں آپ بھی تھے۔

۱۴۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے پاس اعجاز احمدی لے جانے والے وفد کے ایک ممبر آپ بھی تھے۔

۱۵۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی زمین کی خرید آپ کے توسط سے ہوئی۔

۱۶۔ ۱۹۱۹ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے آپ کو افغانوں کی جماعت کا امیر مقرر فرمایا اور فرمایا "ان کا حکم میرا حکم ہوگا"

۱۷۔ قادیان کے ڈاکخانہ کی ترقی اور اصلاح میں آپ کا بڑا ہاتھ تھا۔

۱۸۔ نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی قادیان آپ کی کوششوں کا ثمرہ تھا۔

۱۹۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت میں آپ کی کوششوں کا دخل تھا۔

۲۰۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی، حضرت خلیفہ المسیح الاول اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے سفروں میں ہمرکاب رکھتے۔

۲۱۔ مقدمہ کرم دین بھین میں حضور علیہ السلام کے ساتھ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی شامل تھے۔

۲۲۔ آپ نے سلسلہ کے لٹریچر میں نہایت عمدہ تصانیف کے ذریعہ گرانقدر اضافہ فرمایا۔

تالیفات

آپ کا طریقہ تالیف و تصنیف بالکل جدا تھا۔ جب قلم پکڑ لیتے تو پھر مضمون مکمل فرماتے لیکن دوبارہ اسے نہ دوہراتے۔

"الحکم" کے ذریعہ قلمی خدمت بجالانے کے علاوہ آپ نے مستقل نوعیت کی کتب و رسائل بھی تحریر فرمائے۔ ان میں سب سے اہم سیرت و سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہے۔ جو اس اعتبار سے نہایت درجہ مستند ہے کہ بہت سے واقعات آپ کے چشم دید گواہ تھے۔ اس اہم سعادت کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے علمی موضوعات پر قلم اٹھایا مثلاً۔ حقیقت نماز' اسماء القرآن فی القرآن' کتاب الصیام' کتاب الاداب' احکام القرآن' امثال القرآن' تاریخ القرآن' تفہیم القرآن وغیرہ۔

سیرت کے چیدہ چیدہ پہلو

جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے تمام خدو خال معیاری اور خوبصورتی لئے ہوئے تھے۔ وجیہ چہرہ اور آنکھیں چمکدار جن سے ذہانت ٹپکتی تھے۔ تیکھی ناک' فراخ پیشانی اور کتابی چہرہ۔ اکہیرے بدن کے مالک تھے۔ آپ تکلفات سے بے نیاز مگر نہایت سادہ صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ جو حلال طیب غذا مل جاوے تناول فرمالیا کرتے۔ رہائش سادہ تھی۔ آپ کا کمرہ سادہ مگر کتابوں سے بھرا پڑا تھا طرز کلام میں انتہا درجہ کی حق گوئی اور صاف گوئی تھی۔ آپ زبان کے استعمال سے متعلق جس قدر احکام ہیں ان پر بہت دلیری سے عمل کرتے تھے۔ کسی کو مشورہ دیتے تو اس شان سے سنجیدگی سے کہ گویا ایک حقیقی امانت کو ادا کر رہے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"حق گوئی میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب بہت دلیر اور صاف گو بلکہ برہنہ تلوار تھے"

عنفوان شباب سے ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ آپ میں نمایاں تھا۔ آپ کے لیل و نہار عین (دینی) تعلیمات کے مطابق گزرتے تھے۔ احمدیت سے قبل بھی آپ نے عملی زندگی عین فطرت اسلام کے مطابق بسر کی اور احمدیت قبول کرنے کے بعد حقیقی عمل سے اس میں رنگ بھر دیا اور....... کالنجوم کی تفسیر بن گئے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی نہایت احسن طریق پر آخری سانس تک فرماتے رہے۔ اپنی صبح کا آغاز نہایت خشوع و خضوع سے ادا کی گئی نماز تہجد سے فرماتے۔ کام میں مصروفیت کے عالم میں جونہی کان میں اذان کی آواز سنائی دیتی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے وجود میں تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ حج بیت اللہ کا شوق آپ کی دیرینہ خواہش تھی۔ یہ سعادت آپ کو ۱۹۲۷ء میں نصیب ہوئی۔ آپ کی اہلی زندگی بھی سیرت و اخلاق کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھی اور خیر کم خیر کم لاھلہ کی مصداق تھی۔ ابتداء سے ہی آپ کا واسطہ ملازموں اور گھر کے خادموں سے رہا۔ ان سے ایسا حسن سلوک فرماتے کہ وہ خادم بھی اپنے آپ کو گھر کے فرد سے علیحدہ تصور نہ کرتے۔ افراد خاندان حضرت مسیح موعود سے نہائت درجہ کی محبت رکھتے اور ہر فرد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' آپ کا نام بڑے ہی ادب سے لیتے اور نہایت ادب کے ساتھ ہی ان کے ساتھ پیش آتے۔ دین کی باتوں میں حضرت عرفانی صاحب کو بڑا لطف آتا تھا اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو جاتی۔ حضرت

بقیہ صفحہ ... پر

انٹرمیڈیٹ کے بعد آپ کیا کر سکتے ہیں

(مرسلہ:۔ نظارت تعلیم)

انٹرمیڈیٹ کے بعد گریجوایشن میں داخلہ کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے پاس مکمل معلومات ہوں تاکہ آپ آسانی سے صحیح فیصلہ کر سکیں۔ آپ کی راہنمائی کے لئے وہ معلومات ذیل میں درج کی جارہی ہیں جو اس سلسلہ میں مفید ہو سکتی ہیں۔

(I) F.S.C میں پری میڈیکل گروپ رکھنے والے طلبہ

(i) ایم۔ بی بی۔ ایس میں داخلہ لے کر ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر صوبہ میں واقع مختلف میڈیکل کالجز کا میرٹ بنتا ہے اور اس کے مطابق داخلے ہوتے ہیں۔

(ii) بی۔ ڈی۔ ایس (ڈینٹل سرجری) میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ اس کا بھی میرٹ بنتا ہے۔ بی۔ ڈی۔ ایس اس وقت ڈینٹل کالجز لاہور، جامشورو، ملتان اور پشاور میں کروائی جاتی ہے۔

(iii) فارمیسی میں داخلہ لے کر B-Pharmacy کی ڈگری لی جاسکتی ہے۔ بی فارمیسی کی تعلیم اس وقت بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان، کراچی یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو میں دی جاتی ہے۔

(iv) ایگریکلچر میں بی ایس سی (آنرز)، اینیمل ھذبینڈری میں بی۔ ایس۔ سی (آنرز) اور D.V.M میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔ ان مضامین کی تعلیم زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، زرعی یونیورسٹی پشاور، سندھ یونیورسٹی ٹنڈوجام، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان اور زرعی یونیورسٹی آزاد کشمیر میں دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایگریکلچر میں بی۔ ایس۔ سی (آنرز) بارانی زرعی کالج راولپنڈی میں بھی کروائی جاتی ہے۔

(v) کسی بھی کالج میں انٹر میں پڑھے ہوئے مضامین کی بنیاد پر بی۔ ایس۔ سی میں داخلہ لیا جاسکتا ہے اور انہی میں سے کسی ایک مضمون میں پھر ایم۔ ایس۔ سی کی جاسکتی ہے۔ بی۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد قانون، بزنس ایڈ منسٹریشن، پبلک ایڈ منسٹریشن، ایجوکیشن لائبریری سائنس وغیرہ میں بھی داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

(۲) F.S.C میں پری انجنیئرنگ گروپ رکھنے والے طلبہ

انجنیئرنگ یونیورسٹیز میں مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک برانچ میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

(۱) کیمیکل انجنیئرنگ (۲) سول انجنیئرنگ (۳) سٹی اینڈ ریجنل پلاننگ (۴) الیکٹریکل انجنیئرنگ (۵) الیکٹرانک انجنیئرنگ (۶) فیول انجنیئرنگ (۷) مکینیکل انجنیئرنگ (۸) میٹالریکل انجنیئرنگ (۹) پیٹرولیم اینڈ گیس انجنیئرنگ (۱۰) مائننگ انجنیئرنگ (۱۱) آرکیٹیکچر (۱۲) ایگریکلچرل انجنیئرنگ (۱۳) انڈسٹریل انجنیئرنگ۔

وہ ادارے جو مندرجہ بالا کورسز کرواتے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور۔ (۲) ٹیکسلا کیمپس (۳) مہران یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی جامشورو (۴) این۔ای۔ڈی یونیورسٹی کراچی (۵) داؤد کالج آف انجنیئرنگ کراچی (۶) این۔ڈبلیو۔ایف۔پی یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پشاور (۷) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (۸) سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام (۹) نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی راولپنڈی (۱۰) غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ ٹوپی سرحد (۱۱) نیشنل کالج آف فائن آرٹس لاہور (۱۲) این۔ایف۔سی انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل انجنیئرنگ ملتان۔

(۳) ایف۔ ایس۔ سی پری انجنیئرنگ کرنے کے بعد بی۔ایس۔سی کمپیوٹر سائنسز میں بھی داخلہ لیا جاسکتا ہے۔ یہ ڈگری مہران یونیورسٹی جامشورو اور این۔ای۔ڈی انجنیئرنگ یونیورسٹی کراچی کرواتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض پرائیویٹ ادارے بھی بی۔سی۔ایس کروا رہے ہیں۔ جن میں Fast کے تحت چلنے والے کراچی اور لاہور کے ادارے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اگر بی۔ایس۔سی کمپیوٹر سائنس میں داخلہ ممکن نہ ہو تو بی۔ایس۔سی میں ریاضی اے یا بی رکھ کر ایم۔ایس۔سی کمپیوٹر سائنس میں بھی بعد میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

(۴) انٹرمیڈیٹ کے بعد بی۔بی۔اے میں داخلہ لیا جاسکتا ہے لیکن اگر کسی نے میٹرک کے بعد ڈی۔بی۔اے کیا ہو تو بی۔بی۔اے میں داخلہ آسان ہو جاتا ہے۔ حکومتی ادارے جو بی۔بی۔اے کرواتے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) آزاد کشمیر یونیورسٹی (۲) کراچی یونیورسٹی (۳) پشاور یونیورسٹی

(۵) اسی طرح انٹرمیڈیٹ کے بعد بی کام بھی کیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے بھی انٹر میں مخصوص مضامین کی شرط نہیں البتہ کسی نے اگر آئی کام یا ڈی کام کیا ہوا ہے تو داخلہ اور پڑھائی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۶) انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹس میں انٹرمیڈیٹ پاس کرنے والے طلبہ کے لئے بیسک اکاؤنٹنگ کورس (بی۔اے۔سی) کا اجراء کیا ہے جس میں داخلے سال میں دو مرتبہ ہوتے ہیں اور داخلہ سے قبل ایک Test Optitude ہوتا ہے جس کے بعد بی۔ایس۔سی کورس میں طلبہ رجسٹرڈ ہو جاتے ہیں۔ بی۔اے۔سی کرنے کے بعد

باقاعدہ طور پر سی۔ اے (چارٹرڈ اکاؤنٹنسی) میں طلبہ رجسٹرڈ ہو جاتے ہیں۔

(۷) وہ طلبہ جو انٹرمیڈیٹ کے بعد فائن آرٹس کے میدان کو اپنانا چاہتے ہیں ان کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ بی۔ ایف۔ اے ان اداروں کی کروائی جاتی ہے۔

(۱) پنجاب یونیورسٹی (۲) پشاور یونیورسٹی (۳) سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

اس کے علاوہ این۔ سی۔ اے لاہور بھی فائن آرٹس میں ڈگری آفر کرتا ہے لیکن داخلہ سے قبل ٹیسٹ پاس کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۸) پاکستان کی وہ یونیورسٹیاں جو انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد بی۔ اے/بی۔ ایس۔ سی اور بی۔ اے/ بی۔ ایس۔ سی (آنرز) کے کورسز یونیورسٹی میں آفر کرتی ہیں کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) عربی (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۲) اسٹرانومی (پنجاب یونیورسٹی) (۳) بایو کیمسٹری (کراچی یونیورسٹی) (۴) باٹنی (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۵) کیمسٹری (بلوچستان، کراچی، سندھ (جامشورو) شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور (۶) اکنامکس (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۷) انگریزی (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۸) فارسٹری (پشاور یونیورسٹی) (۹) جغرافیہ (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۱۰) جیالوجی (کراچی یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی، آزاد کشمیر یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی) (۱۱) جرنلزم (سندھ یونیورسٹی جامشورو، کراچی یونیورسٹی) (۱۲) ریاضی (کراچی یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو (۱۳) مائیکرو بیالوجی (کراچی یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو (۱۴) فزکس (کراچی یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۱۵) فزیالوجی (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی) (۱۶) پولیٹکل سائنس (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۱۷) نفسیات (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۱۸) شماریات (کراچی یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو) (۱۹) زوالوجی (کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی جامشورو)

(۹) جو طلبہ بی۔ ایس۔ سی / بی۔ اے کے لئے کسی کالج میں داخلہ لیں وہ پھر ایم۔ ایس۔ سی کسی نہ کسی یونیورسٹی سے کریں گے نیز وہ طلبہ جو آرٹس کے مضامین پڑھنا چاہتے ہیں وہ ایسے مضامین کا انتخاب کریں جو ان کے مزاج کے مطابق ہوں اور آگے چل کر ان کے لئے فائدہ مند ہوں۔ روائتی آرٹس کے مضامین سے ہٹ کر نئے مضامین کی طرف طلبہ کو رخ کرنا چاہیئے مثلاً اینتھروپالوجی، بین الاقوامی تعلقات، سوشیالوجی، جرنلزم، لائبریری سائنس وغیرہ۔

(۱۰) اس کے علاوہ وہ طلبہ جو دنیا کی مختلف زبانوں میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے انتظام ہے اور اس سلسلہ میں اداروں میں سرٹیفکیٹ، ڈپلومہ، ایڈوانس ڈپلومہ ایم۔ اے وغیرہ بھی کروایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں NIML کا ادارہ جو اسلام آباد میں واقع ہے خاصی شہرت رکھتا ہے۔

(۱۱) انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد بعض کمپیوٹر کے ادارے جو پاکستان کے مختلف شہروں میں واقع ہیں ۶ ماہ، ایک سالہ، دو سالہ ڈپلومہ کورس کرواتے ہیں۔ یہ ان طلبہ کے لئے مفید ہو سکتا ہے جو انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد مزید پڑھنا نہیں چاہتے بلکہ کمپیوٹر ٹریننگ حاصل کر کے عملی میدان میں قدم رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے طلبہ مختلف کمپیوٹر اداروں کا اچھی طرح جائزہ لے کر اور ہر قسم کی معلومات حاصل کر کے ہی داخلہ لیں۔

(۱۲) انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد کسی بھی ایلمنٹری کالج سے CT کا کورس کر کے پرائمری اور مڈل کے بچوں کو پڑھانے کی سند لی جاسکتی ہے۔

(۱۳) وہ طلبہ جو انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد مشرقی یورپ میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں وہ وکالت تبشیر تحریک جدید سے رابطہ فرمائیں۔

انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد کسی نہ کسی ادارے میں داخلہ کے لئے ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کی ضرورت پڑتی رہے گی۔ اس لئے اولین فرصت میں اس سرٹیفکیٹ کو بنوا لیا جائے تو بہتر ہو گا اور آئندہ بھی کام آتا رہے گا۔

(مزید کسی بھی قسم کی معلومات یا راہنمائی کی ضرورت ہو تو آپ ہمیں لکھیں اس طرح اگر کوئی صاحب ہمیں مزید معلومات فراہم کرنا چاہئیں تو ہم شکر گزار ہوں گے، آپ کی راہنمائی اور آپ کے تعاون کے ہم ہمیشہ منتظر رہیں گے۔) جزاکم اللہ احسن الجزاء

بقیہ از صفحہ ۳۳

مسیح موعود کی پاکیزہ صحبت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام اور رویاء کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا ہوا تھا۔ آپ کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق تھا۔ آپ کی وہ دعائیں ہی تھیں جس نے آپ کو (رفقاء) کی سی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل ہی اپنے انجام سے متعلق مبشر رویا دیکھیں اور اس کے مطابق ہی خدا تعالیٰ کے سلوک کی توقع رکھتے تھے۔

وفات

۴ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ ۵ دسمبر کو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور شام چار بجے کے قریب آپ کی روح پرواز کر کے مالک حقیقی سے جا ملی۔ سکندر آباد حیدر آباد میں آپ کا جنازہ حسب وصیت محترم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے پڑھایا۔ حیدر آباد میں امانتاً تدفین عمل میں آئی۔ بعد کو جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کے موقع پر قادیان آپ کی نعش لے جائی گئی اور بہشتی مقبرہ میں اپنے آقا و مطاع کے قدموں میں سپردِ خاک ہوئے۔

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

زلزلہ کے اسباب واثرات

زلزلہ کے نام کے ساتھ ہی ایک خوفناک تباہی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ یہ تصور غلط نہیں بلکہ انسانی اس کی شاہد ہے کہ زلزلہ ہمیشہ اپنے ساتھ تباہی کا پیغام لایا یا کم سے کم لوگوں میں خوف کی ایک لہر ضرور پھیلا گیا۔ پرانے زمانے کے لوگ اسے دیوتاؤں کی ناراضگی کا سبب سمجھتے تھے۔ بہت سی بڑی بڑی تہذیبیں اس کی نظر ہو کر صفحہ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ ماضی کی طرح آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں بھی زلزلہ تباہی اور بربادی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

زلزلہ بنیادی طور پر اس وقت آتا ہے جب کسی اندرونی حرکت کی وجہ سے سطح زمین پر بیش بہا توانائی کا اخراج ہوتا ہے۔ ہماری زمین کی اوپری سطح جو ٹھوس حالت میں ہے لیتھو سفیئر (lithosphere) کہلاتی ہے۔ جس کی موٹائی تقریباً ایک سو کلومیٹر ہے جب کہ اس کے اندر نیم مائع حالت میں مختلف چٹانیں وغیرہ ہوتی ہیں جو مستقل حرکت میں رہتی ہیں جیسے میگما(magma) یا لاوا کہا جاتا ہے۔ زمین کے اس حصے کو استھینو سفیئر (asthenosphere) کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں حصے مسلسل ایک دوسرے میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک جگہ سے لیتھو سفیئر، استھینو سفیئر میں تبدیل ہو جاتا ہے جب کہ دوسری جگہ سے اتنی ہی مقدار میں استھینو سفیئر، لیتھو سفیئر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں زمین کے خول کے کچھ حصے نرم رہ جاتے ہیں اور وہاں پر لاوا تیزی سے حرکت کرتا ہے۔ اس حرکت کا اثر زمین کی سطح پر ہوتا ہے۔ جس سے قرب وجوار میں سینکڑوں میل تک زمین ہلنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہی لاوا آتش فشاں پہاڑوں کے ذریعے جب باہر آتا ہے تب بھی اردگرد کی زمین میں لرزش کا سبب بنتا ہے۔

پلیٹ ٹیکٹانک نظریہ

(plate tectonic theory)

اس صدی کے شروع میں ویگنر نامی ایک جرمن سائنسدان نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اس وقت زمین پر موجود تمام براعظم آج سے تقریباً بیس لاکھ سال پہلے ملے ہوئے تھے اور یہ خشکی کا ایک ہی بہت بڑا ٹکڑا تھا۔ بعد میں آہستہ آہستہ یہ ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے اور آج بھی کچھ سینٹی میٹر سالانہ کے حساب سے ان میں حرکت ہو

رہی ہے جو مستقبل میں مزید براعظموں کی تشکیل کا سبب بن سکتی ہے۔ سن ساٹھ کے عشرہ میں اس بات کے واضح ثبوت مہیا ہو گئے چنانچہ مزید تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ زمین کا اوپری حصہ یا کہ لیتھو سفیئر پندرہ مختلف ٹکڑوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ٹکڑے کو پلیٹ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پلیٹیں مستقل حرکت میں رہتی ہیں۔ اس نظریے سے زلزلہ کی وجوہات سمجھنے میں بھی بڑی مدد ملی۔ کچھ جگہوں سے جو زیادہ تر سمندر کے اندر واقع ہیں زمین کے اندرونی حصوں سے لاوا اوپر آکر لیتھو سفیئر کا حصہ بنتا ہے جب کہ کچھ جگہوں پر برعکس عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ جگہیں پلیٹ حدیں (plate boundries) کہلاتی ہیں۔ زمین پر زیادہ تر زلزلے اور آتش فشانی عمل انہی علاقوں میں ہوتے ہیں جہاں یہ حدیں واقع ہیں۔

وہ علاقے جہاں بہت زیادہ شدید زلزلے آتے ہیں زیادہ تر دو پٹیوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی پٹی بحرالکاہل کے گردونواح میں واقع ہے۔ یہ پٹی براعظم جنوبی امریکہ اور شمالی امریکہ کے مغربی ساحلی ممالک چلی، پیرو، میکسیکو، امریکہ اور الاسکا سے ہو کر فلپائن سے ہو کر نیوزی لینڈ کی طرف چلی جاتی ہے۔ جب کہ دوسری پٹی یورپ میں اٹلی اور یونان وغیرہ سے ہوتی ہوئی کوہ قاف سے نکل کر چین اور روس کی طرف اور اس کی دوسری شاخ ایران، پاکستان، افغانستان، آسام اور برما سے ہوتی ہوئی انڈونیشیا تک چلی جاتی ہے۔

زلزلوں سے براہ راست بہت کم جانی نقصان پہنچتا ہے لیکن زمینی حرکت کی وجہ سے چونکہ عمارتیں اور درخت وغیرہ گر جاتے ہیں جو بڑے پیمانے پر جانی نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں لہٰذا زلزلہ کے نقصان کو کم سے کم کرنے کے لئے ایسے علاقوں میں جہاں اس کے آنے کا امکان زیادہ ہو بلند و بالا اور کمزور عمارتوں سے گریز کرنا چاہیئے اور انہیں ہر ممکن حد تک مضبوط بنانا چاہیئے تاکہ وہ بڑے بڑے جھٹکوں کو برداشت کر سکیں۔

زلزلہ کی طاقت کی پیمائش کرنے کے لئے سیسمو میٹر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ زلزلہ کی طاقت کو ریکٹر اسکیل (richter scal) سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ خبروں میں کسی جگہ کے زلزلے کی شدت اسی اسکیل کی مدد سے بتائی جاتی ہے۔ ۷.۵ سے زیادہ شدید زلزلے انتہائی تباہ کن، 6.5 سے 7.5 تک بہت بڑے، 5.5 سے 6.5 تک بڑے، 4.5 سے 5.5 تک درمیانے اور 4.5 سے کم شدت کے زلزلے چھوٹے زلزلے کہلاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک شدت کے زلزلے سے ہر جگہ اتنی ہی تباہی آئے۔ تباہی اور نقصان کا تعلق آبادی، عمارتوں کا طرز تعمیر، زلزلے کا وقت اور بہت سے دوسرے عوامل سے ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی زلزلوں کی پیش گوئی کرنا ممکن نہیں حالانکہ ساٹھ کے عشرہ میں بہت سے سائنسدانوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ۱۹۷۰ء تک وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ زلزلوں کی پیش گوئی کر سکیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ چین میں ۱۹۷۵ء میں ایک دفعہ سائنسدانوں نے زلزلے کی درست پیشگوئی کر کے لاکھوں جانوں کو ضائع ہونے سے بچالیا لیکن اگلے ہی سال وہ اس میں ناکام رہے اور ۱۹۷۶ء میں ایک زلزلہ سے تقریباً ڈھائی لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے۔ کہتے ہیں کہ کچھ جانوروں اور پرندوں کو زلزلے کی آمد سے پہلے اس کا احساس ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں ابھی کوئی واضح بات سامنے نہیں آسکی ہے۔

زلزلے صرف خشکی پر ہی نہیں آتے بلکہ سمندر میں بھی آتے ہیں جو کبھی کبھی بہت خطرناک بن جاتے ہیں۔ ان کے نتیجے میں سمندر میں بڑی بڑی لہریں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ لہریں نہ صرف سمندری جہازوں کے لئے تباہ کن ہوتی ہیں بلکہ جب یہ ساحل سے ٹکراتی ہیں تو بہت زیادہ تباہی پھیلاتی ہیں۔ بہت سے سمندری طوفان انہی زلزلوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان زلزلوں سے کبھی نئے جزیرے سطح سمندر پر جنم لیتے ہیں اور کبھی پرانے جزیرے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ خشکی پر بھی بڑے بڑے زلزلے بہت سی جغرافیائی تبدیلیاں لاتے ہیں۔ دریاؤں کے رخ تبدیل ہو جاتے ہیں، چشمے ابل پڑتے ہیں، زمین میں شگاف پڑجاتے ہیں اور کہیں زمین ٹیلے کی صورت میں بلند ہو جاتی ہے۔

دنیا میں مختلف جگہوں پر زلزلہ کی پیمائش کے مراکز بنائے گئے ہیں جن میں بہت حساس اور جدید قسم کے سیسمومیٹر اور دوسرے آلات استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک مرکز امریکہ کے تعاون سے چکوال میں بھی بنایا جارہا ہے۔ یہ مراکز صرف زلزلہ کے جھٹکوں کو ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ ہر طرح کی چھوٹی بڑی زمینی لرزش کو محسوس کرسکتے ہیں۔ اس طرح ان سے ایٹمی دھماکوں کا بھی پتہ چلایا جاسکتا ہے اور ان کی شدت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں اکثر مقامات پر کثرت سے زلزلے آنے کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں سابقہ کئی ایک انبیاء جیسے حضرت صالح اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کی ان کے انبیاء کے انکار کی وجہ سے تباہی کا ذکر ملتا ہے جو شدید زلزلوں کے ذریعہ ہوئی۔ مختلف انبیاء کے انکار کے باعث خدا تعالیٰ کی قدرت کبھی کبھی زلزلہ کا نشان دکھاتی ہے تا سعید روحیں اس سے حق کو پہچان سکیں اور منکرین کو اس دنیا میں بھی سزا دی جاسکے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کئی ایک زلزلوں کی پیشگوئیاں ہوئیں جو وقتاً فوقتاً پوری ہوتی رہیں۔

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح لوگوں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا جب کانگڑہ کی مردہ سمجھی جانے والی آتش فشاں پہاڑی نے جوش دکھایا اور اردگرد سینکڑوں میل کا علاقہ شدید زلزلہ سے لرز گیا جس سے بہت شدید نقصان ہوا اور بیس ہزار سے زیادہ افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اس کی خبر خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کو ان الفاظ میں بہت پہلے دے دی تھی کہ "زلزلے کا دھکہ" اور "عفت الدیار محلھا و مقامھا"۔ پس کانگڑہ کی فراموش کردہ آتش فشاں پہاڑی اپنے رب کا حکم پورا کرکے صداقت مسیح موعودؑ کا ایک نشان بن گئی۔ ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ انسانیت کو ان آفات سے محفوظ رکھے اور وہ ذرائع عطا فرمائے جنہیں حاصل کرکے ان آفات سے محفوظ رہا جاسکے۔

اعلان ولادت

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ مکرم عبدالاعلیٰ صاحب طاہر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بیٹے کا نام "دانش احمد طاہر" تجویز ہوا ہے۔ احباب جماعت سے نومولود کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان ۱۳۷۴-۷۵ ہش / ۱۹۹۵-۹۶ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درج ذیل عاملہ بغرض منظوری پیش کی گئی جسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جملہ ممبران کو مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نام	عہدہ
مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف	نائب صدر
مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب طاہر	معتمد
مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب خالد	مہتمم خدمتِ خلق
مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر	" تربیت
مکرم عبدالسمیع خان صاحب	" تعلیم
مکرم عبدالحلیم صاحب سحر	" مال
مکرم انتصار احمد صاحب نذر	" عمومی
مکرم قریشی سفیر احمد صاحب	" صحت جسمانی
مکرم شبیر احمد صاحب ثاقب	" وقارِ عمل
مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر	" صنعت و تجارت
مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز	" تحریک جدید
مکرم خلیل احمد صاحب تنویر	" اصلاح و ارشاد
مکرم نصیر احمد صاحب انجم	" تجنید
مکرم وقار منظور صاحب بسراء	" امور طلباء
مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	" اشاعت
مکرم سید محمود احمد صاحب	" اطفال
مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان	" مقامی
مکرم قمر احمد صاحب کوثر	محاسب
مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب	ایڈیشنل مہتمم تربیت
مکرم راجہ رفیق احمد صاحب	معاون صدر
مکرم شمشاد احمد صاحب قمر	" "
مکرم منصور احمد صاحب	" "
مکرم ڈاکٹر گلزار احمد صاحب	" "

خاکسار

راجہ منیر احمد خان

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

Monthly **Khalid** Rabwah

REGD. NO. L5830 | Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz | DECEMBER 1995

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان (۱۹۹۴-۹۵ء)

سال ۹۵-۱۹۹۴ء میں کارکردگی کے لحاظ سے مقابلہ بین الاضلاع میں حسب ذیل تفصیل سے اضلاع نے امتیاز حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان سب اضلاع کے لئے مبارک فرمائے۔ (حافظ عبدالاعلیٰ طاہر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اوّل ۔ لاہور
دوم ۔ میرپورخاص
سوم ۔ کراچی
چہارم ۔ گوجرانوالہ
پنجم ۔ عمرکوٹ
ششم ۔ فیصل آباد
ہفتم ۔ میرپور آزاد کشمیر
ہشتم ۔ اسلام آباد
نہم ۔ چکوال
دہم ۔ سیالکوٹ ۔ بہاولنگر

کارکنان شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ہمراہ

کرسیوں پر :۔ دائیں سے بائیں ۔ مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب مہتمم اشاعت ۔ محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر۔

کھڑے ہوئے :۔ دائیں سے بائیں ۔ مکرم عبدالقیوم صاحب ۔ مکرم مبارک احمد صاحب خالد مینجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان۔ مکرم لطیف احمد صاحب ۔ مکرم انور احمد صاحب تبسم کارکنان شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان۔